بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

SENATE DEBATES

SENATE OF PAKISTAN

Sunday, February 9th 1986

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (State Bank Building), Islamabad, at half past four of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(*Recitation from the Holy Quran*)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ
الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ
عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ
سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے۔

اور خدا بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں آفتاب کا نہایت روشن چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔ یہ باتیں اس شخص کے لئے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے سوچنے اور سمجھنے کی ہیں۔ اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور عجز و ادب سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

STARRED QUESTIONS AND ANSWERS

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سوالات، جناب میرداد خیل صاحب۔

SPECIALIST DOCTORS IN THE C.G. POLY-CLINIC ISLAMABAD

87. ***Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel :** Will the Minister for Health, Special Education and Social Welfare be pleased to State :

(a) the number of different catagories of specialist doctors in the Central Government Poly Clinic Hospital, Islamabad.

(b) whether the Government employees uptoBPS-18 are treated by the junior doctors called medical officers ;

(c) whether he is aware of the fact that behaviour of the said medical officers with the patients is generally unsatisfactory ;

(d) whether it is a fact that the medical officers do not refer the patients mentioned in (b) above to the specialist concerned unless their condition becomes critical and incurable ;

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

SENATE DEBATES

SENATE OF PAKISTAN

Sunday, February 9th 1986

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (State Bank Building), Islamabad, at half past four of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(*Recitation from the Holy Quran*)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ جَعَلَ فِیۡہَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیۡرًا ﴿۶۱﴾ وَ ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ
الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ خِلۡفَۃً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ
عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّ اِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ
سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے۔

اور خدا بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں آفتاب کا نہایت روشن چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔ یہ باتیں اس شخص کے لئے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے سوچنے اور سمجھنے کی ہیں۔ اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور عجز و ادب سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

STARRED QUESTIONS AND ANSWERS

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سوالات، جناب میرداد خیل صاحب۔

SPECIALIST DOCTORS IN THE C.G. POLY-CLINIC ISLAMABAD

87. *__Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel :__ Will the Minister for Health, Special Education and Social Welfare be pleased to State :

(a) the number of different catagories of specialist doctors in the Central Government Poly Clinic Hospital, Islamabad.

(b) whether the Government employees uptoBPS-18 are treated by the junior doctors called medical officers ;

(c) whether he is aware of the fact that behaviour of the said medical officers with the patients is generally unsatisfactory ;

(d) whether it is a fact that the medical officers do not refer the patients mentioned in (b) above to the specialist concerned unless their condition becomes critical and incurable ;

(e) the number of patients from BPS-1 to 18 treated by each medical officer of the said hospital during the last one month ; and

(f) whether it is also a fact that every specialist attends to the patients only thrice in a week, and that too after 11.O'Clock for a short time ?

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : (a) Different categories of specialist doctors in Central Government Polyclinic are as follws :—

Associate Physicians	4
Associate Physicians/Civil Surgeons	2
Associate Physician (Paed)	1
Associate Physician (Dermatology)	1
Associate Surgeon (E .N.T.)	1
Associate Surgeon (Gynae)	2
Associate Surgeon (Genl. Surgery)	2
Associate Surgeon (Ophth.)	1
Pathologist	1
Radiologist	1
Anaesthetist	1
Associate Dental Surgeon	1
Acupuncture Specialist	1

(b) The medical officer in the hospital treat only minor ailment and serious/complicated cases irrespective of grades are referred to the concerned specialists.

(c) No. The behaviour of most of the medical officers with the patients is satisfactory.

(d) No. The medical officers treat only minor illnesses and refer the cases to the specialists concerned whenever necessary.

(e) 44,489 patients were treated during the month of December, 1985 at Central Government Polyclinic, Islamabad by medical officers/specialists.

(f) No. Atleast one specialist from each category is always available from 9.00 A. M. to 1.30 P. M. except on closed days when the specialists are placed on call.

جناب چیئرمین: جواب لمبا ہے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ یا آپ پاشا صاحب سے پڑھوانا چاہیں گے؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: ٹھیک ہے جی ’ضمنی سوال‘ جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض بیماریوں کے سپیشلسٹ ایک ایک ہیں اگر یہ ڈاکٹر صاحبان بھی کبھی غیر حاضر ہو جائیں یا کسی مجبوری کی وجہ سے باہر چلے جائیں یا ہسپتال میں نہ آئیں تو ان کے متبادل کیا انتظامات ہیں۔ جب کہ ایک ایک آپ نے کہا ہے؟

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : Sir, according to the figures we have in Pakistan about one doctor for three thousands two hundred patients and in Islamabad we have one doctor for five hundred patients. That is as good as in United States, Japan or USSR.

Mr. Chairman : The question was somewhat different. The question was that for many of the specialities, we have only one doctor. In case something happens to the doctor or he is absent from the hospital, who will take care of his work.

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : Sir, there are other doctors also in Rawalpindi and they are temporarily borrowed.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جواب "ج" میں لکھا گیا ہے کہ دسمبر کے مہینے میں تقریباً ۵ ہزار افراد کو دیکھا گیا ہے کیا اتنی زیادہ تعداد میں مریضوں کو ڈاکٹر صحیح توجہ سے چیک کر سکتا ہے؟

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو۔ جی ہاں بڑے اچھے طریقے سے اسلام آباد کے ہاسپٹل فنکشن کر رہے ہیں۔

نواب زادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: نیورو سرجن کو یہاں ہسپتال میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اس میں سرجری وغیرہ ہوتی ہے یا نہیں یا اس کو خواہ مخواہ بٹھایا ہوا ہے' کیا اس کو واپس اپنی جگہ پہ نہیں لا سکتے؟

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اس کے لئے فریش نوٹس ہی دیں تو تب ہی پاشا صاحب کو پتہ لگے گا۔ بہرحال پاشا صاحب آپ کو کچھ علم ہے یا نوٹس چاہئے؟

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: نوٹس چاہئے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال نمبر ۸۸۔

RUNNING OF A TRAIN FROM RAWALPINDI TO FAISALABAD

88.***Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel :** Will the Minister for Railways be pleased to state :

(a) the reasons for the running of only one train for Faisalabad from Rawalpindi ;

(b) the reasons for the cancellation of the Multan Express train, which was running between Rawalpindi and Faisalabad successfully ; and

(c) whether the Multan Express can be re-started between Rawalpindi and Faisalabad with the same timings?

Syed Yousuf Raza Gilani : (a) There is only one express train *i.e.*. Faisalabad Express between Faisalabad and Rawalpindi because it is not running full to the capacity in either direction.

(b) Multan Express was extended to Rawalpindi by amalgamating Faisalabad Express and converting the latter into a night train. Amalgamation of Faisalabad Express and its conversion into a night train was not acceptable to all sections of the people of the area and consequent upon repeated public representations the trains were separated and allowed to run on their previous timings.

(c) The position regarding re-introduction of Multan Express between Multan and Rawalpindi *via* Faisalabad on the old timings is already under examination.

جناب چیئرمین: ضمنی سوال۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جزو (الف) کے بارے میں ایک ضمنی سوال کروں گا، کہ کیا یہ درست نہیں ہے کہ یہ اوقات کارنجی بس مالکان کی تجویز پر مقرر ہیں، تاکہ جو مسافر بس سے بچ جائیں وہ جا کر ریل میں سفر کریں؟

سید یوسف رضا گیلانی: سر اس کے لئے آپ اگر کوئی تجویز دیں تو It will be welcomed.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جزو (ج) میں کہا گیا کہ تجویز زیر غور ہے تو کب تک اس پر عمل ہو سکے گا؟

سید یوسف رضا گیلانی: انشاءاللہ بہت جلد۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جلد سے کیا مراد ہے؟

جناب چیئرمین: میرے خیال میں جلد سے جلد ہی مراد ہوتا ہے۔ لیکن کئی دفعہ یہ سوال آچکا ہے اور جواب یہی دیا جاتا ہے کہ جلد۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: کہیں ایسا نہ ہو کہ جلدی بیماری پھیل جائے۔

جناب چیئرمین: نہیں جلدی بیماریوں کی ذمہ داری پاشا صاحب کی ہے گیلانی صاحب کی نہیں ہے۔ یہ ریلوے کا سوال ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: محترم عزیز نے بڑا مثبت رویہ اختیار کیا ہے۔ اس لئے میں صرف اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بات مختلف ذرائع سے کہی جا رہی ہے کہ اس ریل کو منقطع

کرنے میں بڑا دخل ٹرانسپورٹرز کے پریشر گروپ کا ہے اور اگر ایسا ہے تو آپ کو سٹڈی کرنا چاہئے اور جتنی جلد ہو سکے یہ ٹرین مناسب اوقات پر چلنے لگے تو اس سے دراصل لوگوں کو سہولت بھی پہنچے گی اور بعض حضرات کی یہ شکایات باقی نہ رہے گی۔

سید یوسف رضا گیلانی: جناب والا جہاں تک ٹرانسپورٹرز کا تعلق ہے میں نے پہلے ہی دن سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ایڈوائزری کمیٹی میں جو منتخب نمائندے ہیں ان کو شامل کیا جائے گا۔ جو بھی ان کی تجویز ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ وہ surety دیں گے کہ واقعی وہ کامیاب طریقے سے چل سکے گی۔

جناب چیئرمین: شکریہ اگلا سوال نمبر ۸۹۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: سوال نمبر ۸۹۔

PROVINCE-WISE RESERVED SEATS F.J.M. COLLEGE, LAHORE

89. ***Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel :** Will the Minister for Health, special Education and Social Welfare be pleased to state the details of reserved seats, province-wise during 1983-84 in Fatima Jinnah Medical College for women, Lahore ?

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro: Federal Government distributes to provinces out of their own share of merit seats of Fatima Jinnah Medical College Lahore because they share the budget of FJMC to the extent of 50%. During 1983-84 Federal Government was allowed 71 seats as their share out of that the province-wise distribution as follows :—

1.	Punjab	19
2.	Sind domicile	6
3.	N.W.F.P. domicile	3
4.	Baluchistan domicile	3
	Total :	31

The remaining seats distributed as follows :—

1.	Federal Government employees daughter (BPS 1—15)	3

2.	Azad Kashmir	10
3.	Northern areas	3
4.	Federally administered tribal areas (PATA) ..	6
5.	Provincially administered tribal areas (PATA) (NWFP)	1
6.	Provincially administered tribal areas (PATA) (Baluchistan)	1
7.	Foreign students	16
	Total :	40
	Grand Total :	31+40=71

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ضمنی سوال۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب وزیر صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ سرحد اور بلوچستان ڈومیسائل کے تین تین ہیں۔ تو کیا سرحد اور بلوچستان میں ایک جیسی آبادی ہے اور اس میں کوئی اضافہ ہونے کا امکان ہے ؟

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : Sir, the distribution of quota is done by the Establishment Division and Ministry of Health has nothing to do with it.

Mr. Chairman : I think that would not be a complete and satisfactory answer. The Government has to disclose to the House how this quota is fixed or is allotted to each province.

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : According to the population Sir.

Mr. Chairman : But, on the basis of population....(interruption)

پروفیسر خورشید احمد : بلوچستان کے لئے تین ہیں، سندھ کے لئے چھ ہیں۔ سرحد کے لئے تین ہیں۔ کیا یہ صوبے وار ہو نہیں ہو سکتا what is the criterion?

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: سر criterion کی تو مجھے خبر نہیں، فریش نوٹس سر۔

مولانا کوثر نیازی: کیا وزیر صاحب بتائیں گے کہ صدر اور گورنر کا مخصوص کوٹہ کتنا ہے؟

جناب چیئرمین: جناب پاشا صاحب۔

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro: Sir, what is the question?

Mr. Chairman : Is there any quota being reserved for allotment of seats which are at the disposal of the Federal Government for the Governor?

مولانا کوثر نیازی: کیا گورنر کے لئے مخصوص کوٹہ ہے؟

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: گورنر کے لئے ہے۔

مولانا کوثر نیازی: کتنی سیٹیں؟

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : That I do not know.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: کیا وزیر محترم یہ بیان فرمائیں گے کہ اس میں کیا مزدوروں کا بھی کوٹہ ہے؟

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : Actually, Sir, the seats are supposed to be distributed strictly on merit but as a special case the Governor has got some quota which is discretionary.

قاضی حسین احمد: میں وزیر صاحب سے یہ درخواست کرنا چاہوں گا کہ کیا کوئی ایسی تجویز زیر غور ہے کہ یہ سپیشل کوٹے ختم کر دیئے جائیں اور یہ سارا میرٹ پر کر دیا جائے، جو زیادہ قرین انصاف ہے؟

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : Sir, this will be considered.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: کیا وزیر صاحب فرمائیں گے کہ ان ممالک کے نام کیا ہیں جن میں غیر ملکی طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں؟

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : Sir, the foreign students are mostly from the Middle-East.

Mr. Chairman : Have you got the list of them ?

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : No, I have not got the list but I know that they are mostly from the Middle-East, *i.e.* Gulf States, Saudi Arabia etc.

Mr. Chairman : Next question.

UNALLOTTED CULTIVABLE LAND UNDER FEDERAL GOVERNMENT

90. *Mr. Javed Jabbar : Will the Minister for Food, Agriculture and Cooperatives be pleased to state :

(a) the area of cultivable land under the Federal Government control, presently available for utilisation and development for agriculture purposes but which remains unallotted so far, in each province, separately ; and

(b) the total number of landless people actual or estimated, in the rural areas of the country ?

Qazi Abdul Majid Abid: Since 'Land' is provincial subject. A large proportion of the public sector ownership is in the hands of the provinces. Land owned by the Federal Government is small and is meat for specific needs like research or military dairy farms.

Detailed information if required by honourable member will be secured from concerned agencies.

Mr. Chairman : No supplementary. Next question No. 91.

QUOTA FOR DOCTORS IN ISLAMABAD HOSPITAL COMPLEX

91. ***Maulana Kausar Niazi :** Will the Minister for Health, Special Education and Social Welfare be pleased to state :

(a) whether it is a fact that a large number of doctors in Islamabad and Rawalpindi are jobless, at present ; and

(b) whether it is considered feasible and practicable to fix a special quota for the doctors belonging to Islamabad and Rawalpindi for appointment in the Islamabad Hospital Complex ?

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro: (a) It is fact that there is a large number of jobless doctors in Pakistan, but there is no specific information about jobless doctors in Islamabad and Rawalpindi.

(b) No the Government has already prescribed provincial quotas.

مولانا کوثر نیازی: ضمنی سوال۔ اگر میں وزیر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ صرف اسلام آباد میں سینکڑوں ڈاکٹرز بیروزگار ہیں تو کیا وہ اس کی تردید کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟

جناب چیئرمین: جناب پاشا صاحب۔

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: میں اس کی تردید نہیں کرتا۔

مولانا کوثر نیازی: کیا وزیر صاحب بتائیں گے کہ جو انہوں نے فرمایا ہے کہ صوبوں کے لئے پہلے ہی کوٹہ مقرر کیا جا چکا ہے۔ تو اسلام آباد کس صوبے کے کھاتے میں پڑے گا؟

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو اب تو یہ پنجاب میں آئے گا۔

مولانا کوثر نیازی: اسلام آباد کب سے پنجاب میں شامل ہے۔

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: پچاس فی صد جو کوٹہ پنجاب کو دیا گیا ہے اس میں سے اسلام آباد کو حصہ ملتا ہے۔

مولانا کوثر نیازی: اسلام آباد جب ہر معاملے میں صوبوں سے علیحدہ ہے' پنجاب سے علیحدہ ہے تو کیا وزیر صاحب اس کا الگ کوٹہ مقرر کرنے کی تجویز پر غور فرمائیں گے؟

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: ضرور جناب۔

جناب چیئرمین: فرماتے ہیں کہ غور فرمائیں گے۔ جناب پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں محترم وزیر صاحب کو متوجہ کروں گا کہ جواب بڑا غیر تسلی بخش ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں۔

It is a fact that there is a large number of jobless doctors in Pakistan. But there is no specific information about Islamabad and Rawalpindi.

کیسے آپ کو معلوم ہوا کہ لارج نمبر ہے۔ فرض کیجئے اگر آپ کے پاس معلومات نہیں ہیں تو ایسی ایجنسیز موجود ہیں جن سے آپ یہ معلوم کر سکتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ سالانہ کتنے جاب

create ہو رہے ہیں سالانہ کتنے طلباء پروڈیوس کئے جا رہے ہیں' آپ اپنی امپلائمنٹ ایجنسیز سے معلوم کر سکتے ہیں کہ کس رفتار سے ڈاکٹرز آ رہے ہیں۔

Mr. Chairman : I think the answer is somewhat different, if you would kindly read it in full, what it says is that there is a large number of jobless doctors in Pakistan but there is no specific information about jobless doctors in Islamabad and Rawalpindi. Overall, they know, but they do not know how many jobless are there in Islamabad and Rawalpindi or any other town. I think, this is what the answer...(interruption).

پروفیسر خورشید احمد: کیا وہ بتا سکیں گے کہ پاکستان میں کتنے ڈاکٹرز jobless ہیں؟

جناب چیئرمین: جناب پاشا صاحب۔

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro : It is not possible to collect figures that how many jobless there are but they run into thousands and the Government is doing its best. We are producing four thousand doctors annually.

پروفیسر خورشید احمد: تیس سال کا بیک لاگ کتنا ہے؟

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: تیس سال کا بیک لاگ نہیں ہے۔

جناب حسین بخش بنگلزئی: کیا محترم وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ جتنے ڈاکٹرز اس وقت بیکار ہیں' ہزاروں کا حساب تو انہوں نے دے دیا' حکومت کے پاس ان کو جاب دلانے کے کیا منصوبے زیر غور ہیں؟

جناب چیئرمین: جناب پاشا صاحب۔

جناب شاہ محمد پاشا کھوڑو: ایسے معاملوں پر غور کیا جا رہا ہے۔

and recently one thousand jobs have been created and they shall very soon be filled up by the Provincial Governments, and the double shift system will be introduced so that atleast one thousand more doctors might be accommodated.

جناب چیئرمین: جناب بنگلزئی صاحب۔ جو جواب انہوں نے دیا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

جناب حسین بخش بنگلزئی : جناب چیئرمین! اس سلسلے میں، میں ایک اور سوال کرنا چاہوں گا کہ کیا محکمہ صحت کے پاس اس قسم کا منصوبہ زیر غور ہے جس کے ذریعے یہ پتہ چلایا جا سکے کہ آئندہ منصوبہ بندی میں سالانہ کتنے ڈاکٹرز پیدا کئے جائیں گے اور ان کے ساتھ عوام کو کتنی صحت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی؟

جناب چیئرمین: جب ساتواں منصوبہ بنے گا تو اس میں ان سب چیزوں کا خیال رکھا جائے گا۔ فی الحال پاشا صاحب نے یہی عرض کیا ہے کہ کوشش ہو رہی ہے کہ ان کو ملازمتیں مہیا کی جائیں اور سردست ایک ہزار جاب create کئے گئے ہیں اور جب ڈبل شفٹ سسٹم شروع ہو جائے گا تو ایک ہزار جاب اور نکالی جائیں گی۔

Mr. Shah Muhammad Pasha Khuro: Other things are also being done. The doctors who cannot be employed by the public sector, are being given loans uptil five lacs per doctor so that they can have their own clinics and can employ several doctors, nurses, compounders to eliminate this unemployment problem.

Mr. Chairman : This exausts the list of questions.

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: جناب لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۸ تا ۱۲ فروری ۱۹۸۶ء تک رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب پیر الحاج محمود شاہ جیلانی نے نجی مصروفیات کی بناء پر ایوان سے ۶ تا ۲۸ فروری ۱۹۸۶ رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب احمد میاں سومرو نے ۹ اور ۱۰ فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

ADJOURNMENT MOTION; *RE:* DISCONTINUATION OF ARABIC TEACHING CLASSES IN THE PAKISTAN NATIONAL CENTRE

جناب چیئرمین: ایڈجرنمنٹ موشنز۔ تحریک التواء نمبر ۱۴ جناب مولانا کوثر نیازی صاحب کی ہے۔ آپ اس کو پیش کیجئے جناب مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! میری تحریک کا متن یہ ہے کہ "۱۹۷۴ء میں پاکستان نیشنل سنٹر نے اپنی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ جدید عربی زبان کی تدریس کے لئے ایک پانچ ماہ کی مدت کا سرٹیفکیٹ کورس شروع کیا تھا۔ اس کورس کو شروع کرنے کی تحریک لاہور کی اسلامی سربراہی کانفرنس تھی اور جذبہ یہ کارفرما تھا کہ عربی زبان کی اشاعت سے اسلامی دنیا کے ساتھ پاکستان کے روابط کو فروغ ہو گا۔ اگرچہ یہ نصاب ابتدائی نوعیت کا تھا تاہم اسے عوام میں خاصی پذیرائی حاصل ہوئی اور بعد میں اس کا درجہ سرٹیفکیٹ سے ڈپلومہ کر دیا گیا اور کورس کی مدت بھی پانچ ماہ سے بڑھا کر نو ماہ کر دی گئی اور پاکستان نیشنل سنٹر کے ۱۷ مراکز میں اس کی باقاعدہ کلاسیں کام کرنے لگیں۔

اب کچھ عرصے سے کسی پیشگی اعلان کے بغیر یہ مفید سلسلہ معطل کر دیا گیا اور یہ خبر عام ہے کہ اب یہ کورس شروع نہیں ہو گا۔ عربی کورس کے اس تعطل اور اس کے کلیتہ" خاتمے کی ان اطلاعات سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ اس لئے میں تحریک کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے''۔

Mr. Chairman : Is it being opposed ?

پرنس محی الدین بلوچ: جی ہاں۔

Mr. Chairman : Would you also state your reason why you are opposing it ?

پرنس محی الدین بلوچ: جناب چیئرمین! پاکستان نیشنل سنٹر میں ۱۹۷۴ء میں عربی کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اور یہ سلسلہ ۸۵ تک جاری رہا۔ اس دوران سرٹیفکیٹ کورس کے بعد ڈپلومہ کورس بھی شروع کیا گیا۔ طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ اسے بہتر طریقے پر چلانے کے لئے ڈائریکٹوریٹ آف پاکستان نیشنل سنٹرز میں ایک شعبہ کا قیام لازمی ہے۔ لیکن اس ضمن میں بجٹ میں بہت قلیل رقم فراہم کی جاتی ہے۔ جناب چیئرمین! جونہی رقم فراہم ہو گئی یہ سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا جائے گا۔ مزید یہ چیز ضروری ہے کہ تدریسی سرگرمیاں نیشنل سنٹر میں شامل کی جائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں متعلقہ وزارت کو درخواست

دے دی گئی ہے۔ چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ اب مولانا صاحب اس کو پریس نہیں کریں گے، کیونکہ جب بھی رقم فراہم ہو جاتی ہے تو ہم اسے دوبارہ شروع کر دیں گے۔

جناب چیئرمین: جناب مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی: وزیر صاحب کی اس یقین دہانی کے بعد میں اپنی موشن کو پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب۔ لیکن اس سے پیشتر میں مولانا کوثر نیازی صاحب کی خدمت میں ایک عرض کروں گا کہ یہ موشن پھر دوبارہ اگر آئے یا کسی اور فارم میں آئے تو اس کو ذرا زیادہ واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ یہاں پر فرماتے ہیں کہ اب کچھ عرصے سے، کیونکہ تمام تحاریک التواء کی admissibility اسکے accurence پر ایک مخصوصی تاریخ سے اس کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ کہ واقعی یہ recent occurence ہے اس کے لئے واضح اطلاع دینے کی ضرورت ہے۔ بہرحال آپ کا شکریہ کہ آپ اس کو پریس نہیں کر رہے، جناب میرداد خیل صاحب۔

ADJOURNMENT MOTION: *RE:* SMUGGLING OF GOLD BY AN EMPLOYEE OF OVERSEAS PAKISTANIS FOUNDATION

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ روزنامہ جسارت کراچی میں یہ خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی ہے کہ سونا سمگل کرنے کے الزام میں اوورسیز پاکستانیز فاؤنڈیشن کے افسر شبیر حسین سے ۳۴۰ تولے سونا بر آمد کر لیا گیا ہے اور اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس کے قبضے میں سات لاکھ پینسٹھ ہزار روپے مالیت کا سونا تھا۔ فاؤنڈیشن کی جانب سے ویلفیئر اسسٹنٹ سید شبیر حسین ائرپورٹ پر کسٹم ایگز امینیشن ہال میں باہر سے آنے والے پاکستانیوں کا سروے کرنے پر متعین تھا۔ ڈیوٹی کے دوران وہ دوبئی جاتا رہتا تھا۔ وہ خصوصی طور پر یہ کام کرتا تھا اور ڈیوٹی پاس دکھا کر ائرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل جاتا۔ ۵ جنوری کو ملزم سید شبیر حسین رات ۸ بجے سے صبح ۸ بجے تک ڈیوٹی پر تھا۔ وہ ۸ بج کر ۳۰ منٹ کی پرواز پی کے ۲۲۱ کے ذریعے دوبئی گیا اور اگلی صبح ۷ بجے واپس آ گیا۔ خصوصی نگرانی پر متعین افسر جسیم الحق نے تعاقب کر کے ملزم کو اس وقت گرفتار کیا جب وہ ڈیوٹی پاس دکھا کر ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آ گیا۔ ملزم کی تلاشی لی گئی تو عام لباس میں جو کہ زیب تن کئے

ہوئے تھا دس دس تولے سونے کی ۴۳ سلاخیں بھی اس کے پاس تھیں۔ ایوان اس اہم مسئلہ پر غور اس لئے کرے کہ سرکاری ملازمین میں چوری اور اسمگل کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

جناب چیئرمین: جناب زین نورانی صاحب کیا آپ اس کی مخالفت کر رہے ہیں؟

Mr. Zain Noorani : Unfortunately it is being opposed Sir, merely because under Rule 71(1), a matter which is pending before a court of law can not be discussed by way of an adjournment motion.

Mr. Chairman : So it is subjudice.

Mr. Zain Noorani : Yes, it is subjudice.

جناب چیئرمین: میرداد خیل صاحب آپ نے سن لیا؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل جی ہاں، عدالت کا تو ہمیں سب سے زیادہ احترام کرنا چاہئے اور کرتے بھی ہیں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ ڈیوٹی پر موجود افسروں کے بارے میں عوام کا یہ اعتماد ہے کہ ہمارے یہ افسران اس قوم اور ملت کے محافظ بنیں گے نہ کہ وہ امانت میں خیانت کریں گے۔ ہمیں عدالت کا احترام تو ضرور ہے لیکن ساتھ ساتھ جب تک کہ عدالت میں یہ معاملہ نہیں چلتا اگرچہ یہ تو قسمت سے عدالت میں چلا گیا ویسے ہزاروں معاملے عدالت میں نہیں جاتے۔

جناب چیئرمین پھر تو آپ کو بھی علم نہ ہوتا اور یہ معاملہ یہاں پر نہ آتا۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب یہ میں نے اخبار میں پڑھا ہے ہائی کورٹ سے نقل نہیں لی۔

جناب زین نورانی: جناب ایک یقین دھانی میں معزز سینیٹر اور پورے ہاؤس کو کرانا چاہتا ہوں کہ جیسے ہی یہ معاملہ subjudice نہیں رہے گا تو the Minister concerned will make a full statement before the Senate as to the back ground and the details of this matter.

جناب چیئرمین: جہاں تک ایڈمبلسٹی کا تعلق ہے میں اتنا عرض کر دوں کہ یہ ایک stray incident involving the commission of a crime by an individual یہ آپ فرماتے ہیں کہ سرکاری افسر ہے، وہ ایک کمپنی کا ملازم ضرور رہے لیکن سرکاری افسر نہیں ہے یہ جو سیز فاؤنڈیشن ہے یہ کمپنی ہے اور ٹیکنیکل sense میں وہ سرکاری افسر بھی نہیں ہے

It is a stray incident involving the commission of a crime by an individual. It is not a matter of general public importance apart from the fact of what Mr. Zain Noorani has said that the matter is subjudice.

تو آپ اس پر زور دے رہے ہیں یا نہیں ؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: نہیں، اصرار نہیں کر رہا۔

جناب چیئرمین: اس وقت زہری صاحب تو نہیں ہیں آپ "زور نہ دینا" ابھی استعمال کر سکتے ہیں اگلی تحریک التوا۔ سید فصیح اقبال صاحب کے نام پر ہے وہ موجودہ نہیں تو ایک اور تحریک التواء مولانا کوثر نیازی صاحب کی ہے وہ بھی اسی مضمون کی ہے وہ لے لیتے ہیں۔

ADJOURNMENT MOTION: *RE:* IMPOSITION OF RESTRICTIONS ON THE GRANT OF DECLARATIONS OF NEWSPAPERS

مولانا کوثر نیازی: روزنامہ "جنگ لاہور نے خبر دی ہے کہ وفاقی حکومت نے روزناموں کے ڈیکلریشن سے متعلق قوانین مزید سخت کر دیئے ہیں حالانکہ موجودہ حکومت نے بار بار یہ اعلان کیے تھے کہ وہ آزادی صحافت پر کوئی قدغن عائد نہیں کرے گی۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ وزارت اطلاعات ونشریات کی طرف سے جاری کردہ ہدایات کے مطابق ہفتے میں ۹۶ یا اس سے زائد صفحات شائع کرنے کے خواہاں روزنامہ کا ڈکلیریشن حاصل کرنے کے خواہشمند پبلشر کو ڈکلیریشن کی درخواست دیتے وقت پینتیس لاکھ روپے کی رقم جمع کرانی ہو گی جب کہ ہفتے میں ۶۴ سے ۹۵ صفحات پر مشتمل مواد کے لئے ۱۵ لاکھ روپے اور ۳۲ سے ۶۴ صفحات تک مواد کے حامل روزناموں کے لئے ساڑھے سات لاکھ کی رقم جمع کرانی ہو گی۔ ڈکلیریشن کے حصول کے لئے یہ رولز صوبائی حکومتوں کو بھیج دیئے گئے ہیں ان رولز کے بعد صرف سرمایہ دار افراد ہی اخبار نکال سکتے ہیں۔ وہ صحافی جو کسی مشن کے لئے اخبار نکالنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے اب اس میدان میں قدم رکھنا ممکن نہیں رہا، میں تحریک کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس مسئلہ پر بحث کی جائے"۔

جناب چیئرمین: کیا آپ اس کی مخالفت کر رہے ہیں؟

چوہدری شجاعت حسین: جی ہاں۔

جناب چیئرمین: ارشاد فرمائے۔

چوہدری شجاعت حسین: جناب والا۔ یہ روزنامہ جنگ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ گورنمنٹ نے کسی قسم کی پابندیاں لگائی ہیں جناب چیئرمین! میں یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ وفاقی حکومت نے اخبارات پر کوئی نئی پابندیاں نہیں لگائیں۔ یہاں پر ایک خط کا حوالہ دیا گیا

ہے کہ یہ خط لکھا گیا تھا' یہ خط تیس دسمبر ۱۹۸۵ کا لکھا گیا ہے یا اس دوران لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ خط ۱۹۸۴ میں لکھا گیا تھا۔ اس میں کچھ اس طرح کی غلطی ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین: خط ۱۹۸۴ کا ہے یا ۱۹۸۵ کا؟

چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! خط ۱۹۸۴ کا ہے لیکن اخبار میں ۱۹۸۵ کا لکھ دیا گیا ہے۔ ۱۹۸۴ میں اس خط میں حکومت نے ہدایت جاری کی تھی کہ جو شخص یا ادارہ یا فرم نیا روزنامہ نکالنا چاہے اس کی مالی حیثیت کا ایک معیار ہونا چاہئے جو ایک بینک سرٹیفکیٹ کے ذریعے فراہم کیا جا سکتا ہے۔ دراصل حکومت نے کسی قسم کا یہ نہیں کہا کہ اتنے لاکھ روپیہ بینک میں ہونا چاہئے۔ بینک سرٹیفکیٹ چاہئے کہ یہ شخص اتنی حیثیت کا مالک ہے کہ وہ روزنامہ جاری کرا سکے۔ اور جہاں تک مولانا صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی سرمایہ دار ہی نکال سکتا ہے۔ تو جناب چیئرمین! میں یہ کہوں گا کہ موجودہ اقتصادی حالات میں کسی شخص کے لئے جو اس قسم کا بینک سرٹیفکیٹ حاصل نہ کر سکے روزمرہ اخبار نکالنے کا کوئی جواز نہیں رہتا دوسری طرف اگر بغیر مالی وسائل کے کوئی شخص روزنامہ نکالے تو وہ اخبار شائع نہیں ہو سکے گا۔ ڈمی اخبارات سے بدعنوانیاں بڑھنے کا امکان ہوتا ہے۔ جناب والا! وزارت اطلاعات نے اس سلسلہ میں ایک وضاحت اخبارات میں بھی شائع کرا دی ہے کہ یہ غلطی سے مختلف اخبارات میں چھپ چکا تھا۔ لہٰذا میری مولانا صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اس وضاحت کے بعد اس کو زیادہ پریس نہ کریں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب مجھے اپنے عزیز کا بڑا احترام ہے زیادہ پریس نہیں کروں گا تھوڑا سا پریس کروں گا صرف اس لئے کہ حقیقت میں' میں کچھ زیادہ سمجھ نہیں سکا ایک تو وہ ۱۹۸۴ کا خط کسی نے چرا لیا۔ کیا لکھا کچھ سمجھ نہیں آئی یعنی بات یہ ہے کہ یہ پابندیاں گویا ان کا کہنا یہ ہے نئی نہیں ہیں پہلے کی ہیں جنہیں reiterate کیا گیا ہے سوال یہ ہے کہ ایک ایسی حکومت جو اب پوسٹ مارشل لاء کے بعد جمہوری دور میں داخل ہوئی ہے مجھے امید ہے کہ وہ اس بات کو سامنے رکھے گی کہ ایسی پابندیاں جو پہلے سے مارشل لاء کے زمانے سے چلی آ رہی ہیں ۱۹۸۴ میں لگائی گئی تھیں ان کی مزید تاکید کرنے کی بجائے اب انہیں ختم کیا جائے گا اور صحافت کو زیادہ سے زیادہ کھلی فضا میں کام کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ رہا ان کا یہ کہنا کہ صرف سرمایہ دار لوگ ہی پرچہ نکالیں اور نکال سکتے ہیں اور انہیں نکالنے چاہیئے ورنہ ڈمی اخبار پیدا ہوتے ہیں۔ تو میں ان کو عرض کروں گا کہ بہت سے ڈمی اخبار پہلے سے موجود ہیں ان کا تعلق نئے ڈکلیریشن سے نہیں ہے مسئلہ صرف اتنا ہے کہ ان پابندیوں کے ہوتے ہوئے کوئی ایسا

صحافی جسے جناب والا! سولر جرنلزم کہتے ہیں کہ وہ خود ہی مدیر ہے۔ خود ہی نیوز کا کام کرتا ہے اور محنت کر کے ایک اخبار نکالتا ہے۔ وہ اگرچہ اخبار پر زیادہ رنگ روغن نہیں لگا سکتا' لیکن ایک مشنری پرچہ نکالنے کی پوزیشن میں ہے تو حکومت کو اس کے کیس پر بھی ہمدردانہ غور کرنا چاہئے صرف سرمائے کو انہیں base نہیں بنانا چاہئے مجھے امید ہے نئے وزیر اطلاعات جنہیں چند دن ہوئے کہ اس محکمے کا چارج سنبھالا ہے وہ اس طرح کے تمام قوانین کا جائزہ لیں گے اور انشا اللہ یہ جو پابندیاں ہیں ان کو ختم کر دیں گے۔

چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! مولانا صاحب بھی اس عہدے پر فائز رہے ہیں میں ان سے ضرور مفید مشورے لوں گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ 'میں یہ دریافت کرنا چاہوں گا' آپ یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ آپ اس حد تک پریس کرنا چاہتے ہیں کہ میں رولنگ دوں۔ یا............ (مداخلت)

مولانا کوثر نیازی: جناب نہیں' وہ نہیں'

سردار خضر حیات خان: انہوں نے پورا زور نہیں دیا۔

جناب چیئرمین: یہی میں پوچھ رہا تھا کہ اتنا زور دے رہے ہیں کہ میں رولنگ دوں' یا اتنا زور نہیں دے رہے تو جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب۔ یہ جو بوستان ریلوے سٹیشن کی ہے' نمبر ۲۱۔

Adjournment Motion *re:* Dismantling of the Single Railway Track on Bostan-Zhob Railway Station

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ "میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ بوستان ژوب ریلوے سیکشن بند کرنے سے سینکڑوں ملازمین بیروزگار ہو گئے ہیں ریلوے انتظامیہ نے ڈبل ٹریک بچھانے کی بجائے سنگل بھی بند کر دیا ہے اب حکومت نے یہ سیکشن مستقل طور پر بند کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس سیکشن کے ریلوے سٹیشن کے کچھ عملے کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا ہے اور کچھ کا تبادلہ کر دیا ہے اس کے نتیجہ میں کم سے کم ۶۰۰ گھرانے روزگار کے وسیلے سے محروم ہو گئے ہیں اور چھوٹے ملازمین زیادہ متاثر ہوئے ہیں کیونکہ ان میں کچھ ایسے تھے جو مستقل ہی نہیں تھے اور کچھ دور دراز علاقوں میں ملازمت کے لئے نہیں جا سکتے۔ بیروزگاری کے علاوہ علاقے کے لوگ آمدورفت کی سہولت سے محروم ہو گئے اس لائن پر بوستان' کان مہترزئی' قلعہ سیف اللہ اور ژوب تک کافی آبادی اس فیصلے سے متاثر ہوئی

ہے۔ بوستان ژوب پٹڑی کو دوہرا کر کے اس پر باقاعدہ نظام کے تحت گاڑیاں چلائی جائیں تاکہ لوگوں کو نہ صرف آمدورفت میں سہولت ہو بلکہ متعلقہ علاقے کی کانوں معدنیات پھلوں اور سنگ مرمر کی مال برادری کے لئے سہولتیں ہوں اور اس سے صوبہ پنجاب 'صوبہ سرحد کو مربوط کرنے کا ایک اور راستہ کھل جاتا ہے۔ لہٰذا ایوان اس پر بحث کریں"

Syed Yosuf Raza Gilani: Sir, I oppose the motion.

Mr. Chairman: Sir, the adjournment motion moved by the honourable member of the Senate may not be admitted on the following grounds :—

(i) The facts of the case are that the following three bridges supported on timbers were burnt by the miscreants :—

(a) Bridge No. 1131 at K. M. 263/10-11 on 22-5-85.

(b) Bridge No. 1269 at K.M. 288/12-13 on 23-5-85.

(c) Bridge No. 1270 at K.M. 288/12-13 on 23-5-85.

The train service had, therefore, to be suspended. The bridges have since been repaired. However, the matter was taken up by Quetta Division of the Railway with the Civil Authorities, *i.e.*, P.A. Zhob and Secretary, Home Department in December, 1985 asking them to advise if the conditions permit, the restoration of the train service. No confirmation to this effect has so far been received.

(ii) Services of none of the employees have been terminated due to suspension of traffic on Bostan-Zhob Section.

(iii) In view of the very poor commercial earning on this Section, there has never been any proposal to lay a double track on the section.

(iv) Although this section is a big liability yet the administration has not decided to close it.

(v) Due to suspension of traffic, no retrenchment of staff has taken place. Only a few transfers have, however, been made in the interest of administration for proper utilization of available staff.

The weekly train service on Bostan-Zhob Section in Quetta Division was suspended with effect from 26-5-1985 due to damages caused to the three bridges between Qila Saifullah and Zhob stations. Bostan-Zhob Section is 295 KMs long where a road runs almost parallel to the track. Chrome ore and magnasite are the only goods traffic available on this Section and are concentrated in the area of Muslim bagh station. This traffic is generally moved by road to broad gauge rail-line at Bostan for onward despatch to Karachi and elsewhere in Pakistan. There is hardly any goods traffic offering on this narrow gauge Section.

Adequate road transport has developed on the entire Section. Buses normally take 8—10 hours while the railway train takes about 20 hours because it is narrow gauge section in a hilly terrain with steep gradients and sharp curves and, therefore, speed cannot be raised substantially. The attributable earnings during 1984-85 were Rs. 0.115 million against the expenditure of Rs. 9.754 million giving a net loss of Rs. 9,639 million. The passenger traffic is extremely negligible and that is only about 10 passengers, on the average moved per train in a week during the period from 1979-80 to 1984—85. Matter is being sorted out with the Provincial Government of Baluchistan to find ways and means to increase the Railways' income from the operation of this section to make it profitable.

جناب چیئرمین: شکریہ۔

نواب زادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: پوائنٹ آف آرڈر' جناب عالی! ژوب ریلوے سٹیشن ۱۹۱۹ء کی افغان وار میں.............................. (مداخلت)

جناب چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے یہ بتائیے۔

نواب زادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: میں اس پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ریلوے لائن کمرشل ٹریفک کے لئے نہیں تھی' اس کی کمرشل سے زیادہ آرمی کے لئے اہمیت ہے.................... (مداخلت)

جناب چیئرمین: میرے خیال میں وہ یہ فرمار ہے ہیں کہ نہ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس کو بند کیا جائے گا' نہ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان ملازمین کو جو اس ریلوے لائن پر کام کر رہے تھے ان کو سبکدوش کیا جائے گا۔ اپنی ایڈجرنمنٹ موشن کی بنیاد جو جناب میرداد خیل صاحب نے اخباری اطلاع پر رکھی ہے وہ اطلاع ہی غلط ہے۔ تو ایڈجرنمنٹ موشن کیا ہو سکتی ہے؟ لہٰذا اس پر پوائنٹ آف آرڈر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نوابزدہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: اگر وہ نہیں ہے تو ٹھیک ہے لیکن انہوں نے کمرشل کی بات کی تو اس پر میں نے کہا، یہ کمرشل ریلوے لائن نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جناب میرداد خیل صاحب، آپ نے سن لیا جو وزیر محترم نے فرمایا۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: اتنی بات میں ضرور کہوں گا جتنی انہوں نے وضاحت کی ہے۔

جناب چیئرمین: یہ ضروری نہیں ہے۔ صرف ایڈمسبلٹی پر بات کریں۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جو موضوع آپ دیں گے میں اسی موضوع پر تقریر کرونگا۔

جناب چیئرمین: اس پر آپ بتائیں، کیونکہ وزیر صاحب فرماتے ہیں اس ریلوے لائن کو بند کرنے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا اور یہ بھی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے کہ ان ملازمین کو برخاست کیا جائے تو ایڈجرنمنٹ موشن کس بات پر آپ............ (مداخلت)

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب والا! جنگ سے میں آیا ہوں اور محاذ کی بات یہ کرتے ہیں۔ میں وہاں بلوچستان میں رہتا ہوں، میں روزانہ اس میں آتا جاتا ہوں، میں لوگوں سے ملتا رہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اسی ٹرین پر آتے جاتے ہیں؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: اسی ٹرین پر آتا جاتا ہوں۔ ایسا ہوتا ہے کہ میں پیدل بھی جاتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اگر اسی ٹرین پر آتے جاتے ہیں تو پھر بند تو نہ ہوا۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: وہ ژوب سے ہے، یہ چمن سائڈ پر ہے۔

جناب چیئرمین: اچھا فرمایئے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: گزارش یہ ہے اس وقت دفاعی نقطہ نگاہ سے یہ ریلوے لائن بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے ۳ صوبے استفادہ بھی کرسکتے ہیں اگر مستقبل قریب میں ان کا ارادہ اس کو بند کرنے کا ہے اور ٹیسٹ کے طور پر یہ عوام کا ردعمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ عوام کی متفقہ طور پر یہ رائے ہے کہ اس کو بند نہ کیا جائے۔ اور اس سے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ اگر دفاعی نقطہ نگاہ سے اسے لیا جائے تو انشا اللہ یہ آپ کے لئے بہت کارآمد ثابت ہوگی اس لئے اس ٹرین کو بند نہ کیا جائے۔ جہاں تک یہ کہنا ہے کہ یہ پہاڑی علاقہ ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اگر آپ سکھر سے کوئٹہ بولان سے جاتے ہیں تو پھر وہاں سے دو انجن لگ سکتے ہیں اور گاڑی جاسکتی ہے۔ وہ بھی پہاڑی علاقہ ہے اگر آپ پہاڑی راستے سے جاتے ہیں تو پھر دو انجن لگادیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ 'فی الحال ان کے ارادے بھی نیک ہیں اگر آپ اس پر اصرار کرتے ہیں تو مجھے رولڈ آوٹ کرنا پڑے گا۔ اگر اصرار نہیں کرتے تو وہی............ (مداخلت)

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: اس میں غریبوں اور مزدوروں کی بات ہے اس میں روزگار کا مسئلہ ہے۔ میں اس کو پریس ہی نہیں بلکہ زور دیتا ہوں کہ اس کو لیا جائے اور اس کو............ (مداخلت)

Mr. Chairman: I think, for the reasons given, it is ruled out of order. It is premature, hypothetical. There has been no decision that the railway line would be closed, yet.

اگلی تحریک التواء مولانا کوثر نیازی صاحب کی ہے۔

ADJOURNMENT MOTION *RE:* CENSORSHIP AND BAN ON ADVERTISEMENTS TO THE DAILY 'AMAN' KARACHI

مولانا کوثر نیازی: اخباری اطلاعات کے مطابق کراچی کے روزنامہ "امن" کے ساٹھ فی صد اشتہارات ختم کر دیئے گئے ہیں۔ اس روزنامہ پر سے ابھی حال ہی میں حکومت نے سنسرشپ اٹھایا تھا۔ اخبار کو ایک شو کاز نوٹس بھی جاری کیا گیا ہے جس اس سے تیس ہزار روپے کی ضمانت طلب کی گئی ہے نیز اخبار کی انتظامیہ کو بھی افسران نے اپنے حضور طلب کر لیا ہے۔

سول حکومت کے آغاز ہی میں آزادی صحافت کے ساتھ یہ سلوک ان وعدوں اور دعوؤں کے منافی ہے جس کے ساتھ یہ حکومت بر سر اقتدار آئی ہے اگر صحافت آزاد نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک سول مارشل لاء کے زیر انتظام چلایا جا رہا ہے۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس مسئلہ پر بحث کی جائے۔

چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! وفاقی حکومت نے اس قسم کا کوئی نوٹس جاری نہیں کیا۔ مذکورہ نوٹس سندھ کی حکومت نے روزنامہ کی اشاعت مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۸۶ کی ایک رپورٹ کی بناء پر جاری کیا ہے۔ اس رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ سکھر جیل کے گیارہ قیدی جو بھوک ہڑتال پر تھے جاں بحق ہو گئے۔ اخبار کی انتظامیہ کو یہ نوٹس پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس ۱۹۶۲ کے تحت جاری کیا گیا ہے وفاقی حکومت کا صوبائی حکومت کی اس کارروائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جہاں تک اشتہارات جاری کرنے کا تعلق ہے وفاقی حکومت نے اس سلسلے میں کوئی پابندی نہیں لگائی۔

جناب والا! میں آپ کی اطلاع کے لئے یہ بھی عرض کر دوں کہ روزنامہ "امن" کو ۲۹-۱-۸۶ کو بھی اشتہارات دیئے گئے اس لئے میں مولانا صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ میری وضاحت کے بعد اس پر زور نہ دیں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! وزیر اطلاعات کی یہ توضیح کہ یہ کام صوبائی حکومت نے کیا ہے اس کا وفاقی حکومت سے تعلق نہیں ہے، اس وقت قابل قبول ہوتا اگر غیر جماعتی حکومتیں قائم رہتیں۔ جب صورت حال یہ ہے کہ صوبوں اور مرکز میں ایک ہی پارٹی کی حکومت ہے اور مسلم لیگ ہی برسراقتدار ہے صوبہ سندھ میں بھی اور مرکز میں بھی تو اس کے بعد ان کی یہ توضیح بالکل بے وزن بن جاتی ہے۔ اگر وہ آزادی صحافت کے علمبردار ہیں، اگر وفاقی حکومت آزادی صحافت کی علمبردار ہے تو اس میں مداخلت کرنا ان کا حق بھی بن جاتا ہے اور ان کا فرض بھی۔ اس لئے ان کی یہ توضیح زیادہ وزنی نہیں ہے اور انہیں لازماً اس سلسلے میں مداخلت کرنی چاہئے کیونکہ bad name بہرحال وفاقی حکومت کو ہی آئے گا اور اس سول حکومت کو ہی آئے گا۔

چوہدری شجاعت حسین: جناب چیئرمین! اگر روزنامہ ہمارے اوپر ہی اعتماد کرتا تو پھر اس کے اوپر غور کیا جا سکتا تھا لیکن یہ معاملہ ہائی کورٹ میں لے جا چکے ہیں۔ اس لئے اب اس پر کوئی غور اس وقت نہیں کیا جا سکتا جب تک یہ ہائی کورٹ میں ہے۔

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! یہ بات بھی کوئی ایسی نہیں ہے اگر ان کا ارادہ نیک ہو جیسے آپ نے فرمایا ریلوے کی طرح اس مسئلے میں بھی، تو اس سے پہلے کہ کورٹ فیصلہ دے وہ یہ اقدامات واپس لے سکتے ہیں اور اس کے بعد روزنامہ کو اپنا کیس پریس کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جناب چیئرمین: دو چیزیں اس میں involve ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اخبار کی اطلاع کے مطابق یہ جو احکامات جاری کئے گئے ہیں خواہ وہ سیکورٹی کے متعلق ہیں یا اشتہارات کے متعلق ہیں وہ سندھ گورنمنٹ نے جاری کئے ہیں۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ دونوں جگہ ایک ہی پارٹی کی حکومت ہے حتیٰ کہ وہ ابھی تک رجسٹرڈ ہی نہیں ہوئی۔ لیکن یہ اگر فرض بھی کر لیا جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ پارٹی حکومت بننے سے پراونشنل یا فیڈرل کی جو حد ہے وہ بالکل ہی مفقود ہو جائے گی۔ جو صوبائی معاملات ہیں وہ صوبے کی ذمہ داری رہے گی خواہ حکومت ایک پارٹی کی ہی کیوں نہ ہو۔ جو فیڈرل معاملات ہیں وہ فیڈرل کی ذمہ داری رہے گی خواہ پارٹی

ایک ہی کیوں نہ ہو۔ تو مجھے افسوس ہے کہ ان بنا پر apart from the facts کہ وہ کیس subjudice بھی ہے جیسے متعلقہ وزیر صاحب نے کہا ہے تو اس کو rule out کرنا پڑے گا۔ تو ruled out of order.

آج کے لئے ایڈجرنمنٹ موشن جو میرے پاس تھیں وہ ختم ہو گئیں اور وقت بھی ختم ہو گیا ہے۔

We take up next item on the agenda item No. 3 : Prof. Khurshid has to move leave to introduce the Criminal Law (Amendment) Bill, 1986.

THE CRIMINAL LAW (AMENDMENT) BILL, 1986

پروفیسر خورشید احمد: مسٹر چیئرمین! میں اس ایوان کی اجازت چاہتا ہوں کہ move کروں۔

CRIMINAL LAW (AMENDMENT) BILL, 1986

Mr. Chairman : The motion moved is :

"That leave be granted to Prof. Khurshid for moving his Bill called the Criminal Law (Amendment) Bill, 1986.

Is it being opposed?

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak : I oppose it, Sir.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے اس موضوع پر تین مہینے قبل بھی ایک ناکام کوشش کی تھی، ناکام اس لئے کہ گو جس موضوع پر میں یہ بل لا رہا ہوں وزیر عدل نے اس سے ہمدردانہ اتفاق کا اظہار کیا تھا بلکہ یہاں تک کہا تھا کہ حکومت پھر اس بات پر غور کر رہی ہے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی بل ایوان میں لائے لیکن صرف فنی بنیادوں کے اوپر اس وقت اسے زیر غور نہ لایا جا سکا۔

مسئلہ دراصل یہ ہے کہ پاکستان پینل کوڈ جو تقریباً ایک سو سال سے اس ملک میں لاگو ہے، اس کے تحت ایک شخص کو اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کا حق حاصل ہے اور کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ ناروا طور پر کسی دوسرے کی عزت سے کھیلے۔ یہ چیز آرٹیکل ۴۹۹ اور ۵۰۰ میں آتی ہے لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے ایک طرف right to privacy ہے اور right to honour ہے اور دوسری طرف مسئلہ یہ ہے کہ کسی معاشرے میں خصوصیت سے وہ افراد جو public life گزار رہے ہیں ان کا احتساب، ان

کے معاملات کی طرف جانچ پرکھ 'ان کے بارے میں گفتگو' خواہ یہ تقریر سے ہو یا تحریر سے یا تصویر کشی سے 'کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے قانون میں جہاں عزت وناموس کو ضروری سمجھا وہاں اس کے ساتھ ساتھ ایسی exceptions بھی provide کیں جن کے تحت ایک مہذب معاشرے میں 'مہذب انداز میں جائز تنقید 'احتساب کی ہر رائے ہو سکتی ہے اور تقریباً ۱۲۰ سال سے اس قانون پر عمل ہو رہا ہے۔ لیکن ۱۹۷۹ء میں ہمارے کچھ صاحب الرائے تھے نہایت ہی ذہین اور دور رس نگاہ رکھنے والے قانون صادر کرنے والے جنہیں اس وقت اس بات کا مکمل اختیار تھا کہ کسی عوامی احتساب کے بغیر اور عوام کے سامنے اپنی تجاویز پیش کئے بغیر انہیں قانون کی شکل دے دیں۔ انہوں نے ایک ایسی غیر معمولی تبدیلی قانون میں کی جو حقیقت میں قانون کی تاریخ میں ایک عجوبہ ہے۔

پوزیشن یہ ہے کہ اگر اس بنیاد پر کہ میں ایک بات کو حق سمجھتا ہوں اور اس بات کی شہادت موجود ہے کہ وہ درست ہے میں اس بنیاد پر کسی پبلک سرونٹ پر تنقید کرتا ہوں اگر یہ بات تقریر سے کہتا ہوں یعنی زبانی کہتا ہوں تو آج بھی یہ ایک ویلڈ ڈیفنس ہے۔ لیکن ۱۹۷۹ کی اس ترمیم کے بعد یہ بات اگر اخبار میں کہی ہے۔ کسی رسالے میں کہی جائے کسی کتاب میں کہی جائے حتیٰ کہ میری اس تقریر کو کوئی اخبار شائع کر دے تو یہ غیر قانونی ہے۔ یہ ترمیم ایسی نامعقول ترمیم ہے جسے عقل اخلاق اور تاریخ یعنی کسی بنیاد پر بھی ڈیفنڈ نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کے وہ تمام ممالک جہاں لاء آف ڈکلیریشن ہے وہ تقریری یا تحریری اظہار میں فرق نہیں کرتے۔ دونوں کے لئے ایک ہی قانون ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ۹ exceptions میں سے ۸ 'exceptions کو تحریر 'اخبار' رسالے یا کتاب کے لئے ممنوع قرار دیا ہے۔ گویا کہ آپ ان ذرائع سے احتساب کا عمل 'تنقید کا عمل جو ہر جائز ہے کہ موچی دروازے میں تقریر کر سکتے ہیں آپ زبانی جتنا چاہیں احتساب کر سکتے ہیں لیکن یہ چیز میڈیا کے ذریعے سے خصوصاً طاعب کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے نہیں لاسکتے اس کے اوپر ملک چیخ رہا ہے' اس پر پریس احتجاج کر رہا ہے۔ اس پر سیاسی عناصر نے احتجاج کیا ہے اور آپ کو معلوم ہو گا ابھی جب وزیر اعظم کراچی تشریف لے گئے تھے تو وہاں پر پریس کے لوگوں نے اس مسئلے پر دوبارہ ان کی

توجہ مبذول کرائی۔ جیسا کہ اس ایوان میں وزیر عدل نے اس سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ گورنمنٹ خود اس مسئلے پر غور کر رہی ہے کہ اس نوعیت کا قانون لائے لیکن اسے تقریباً ساڑھے مہینے کا عرصہ گزر گیا ہے۔ اتنا انتظار کرنے کے بعد میں دوبارہ پھر اس قانون کا مسودہ تیار کیا۔ اس وقت جو اس میں خامی رہ گئی تھی یعنی میں نے اس وقت اس آرڈیننس کی repeal کا مطالبہ تو کیا تھا جس کے تحت یہ تبدیلیاں آئی ہیں لیکن خود کوڈ میں تبدیلی ہو چکی ہے اس میں ترمیم نہیں کی تھی۔ اب میں نے اس خلا کو پر کر دیا ہے۔ اور اس نئی شکل میں اس آرڈیننس کی ریپیل اور پاکستان پینل کوڈ اور پروسیجر کوڈ میں متعلقہ مقامات پر ترمیم کی ہے۔

یہ کسی پارٹی کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ دراصل مارشل لاء کے دور میں ایک ایسی زیادتی کی گئی تھی جس کا ازالہ جلد از جلد ہو جانا چاہئے تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں وزیر انصاف اور وزیر داخلہ کو ہم سے تعاون کرنا چاہئے تاکہ ملک کے ماتھے پر کلنک کا جو ٹیکہ لگا ہوا ہے یہ جلد از جلد دور ہو سکے۔ ان معروضات کے ساتھ میں درخواست کروں گا کہ اس بل کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین : شکریہ۔ جناب وزیر داخلہ صاحب۔

جناب محمد اسلم خان خٹک : جناب والا! جس طرح پروفیسر صاحب نے فرمایا ہے میں ان کے ساتھ اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ صرف گزارش میری یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے فرمایا کہ یہ حکومت کے بھی زیر غور ہے اور ہم اس معاملے میں صوبائی حکومتوں سے بھی رائے لے رہے ہیں جو ابھی پوری طرح ہمیں موصول نہیں ہوئیں۔ لہٰذا میری گزارش یہ تھی کہ اس کو فی الحال التوامیں ڈال دیا جائے۔ اور ہمیں مہلت دی جائے باقی مولانا صاحب کی طرح میں بھی مکمل طور پر پریس کی آزادی کا حامی ہوں اور ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں بھی جمہوریت کا پھلا پھولا ہوا ہوں اور اس پر میرا ایمان ہے اور یقین ہے۔ لیکن آج کل جو تقاریر ہو رہی ہیں اگر مولانا صاحب کی خدمت اقدس میں وہ تقاریر پیش ہوں اور ان کو پرنٹ بھی کیا جائے تو آیا وہ درست ہیں۔ حقیقت پر مبنی ہیں یا نہیں ہیں۔ اس قسم کے الفاظ ہر شخص کے لئے چاہے وہ صدر ہو یا وزیر اعظم ہو یا وزیر ہو یا حکومت سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ تقاریر مولانا صاحب سن لیں تو یہ بھی

استغفراللہ اور توبہ کریں گے اگر ایسی تقریر اور ایسی چیزوں کو پبلیکیشن کی اجازت دے دی جائے تو میرے خیال میں یہ پریس کی آزادی نہیں ہوگی بلکہ یہ ایک ایسا لائسنس ہوگا جس کا میں ذکر نہیں کر سکتا۔

بہرصورت میں مولانا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ ہمیں مہلت دیں اس چیز پر ہم بڑی سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں، انفرمیشن ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مشورہ کر رہے ہیں اور پریس والوں کے ساتھ بھی کریں گے اور صوبائی حکومتوں سے بھی ہم مواد حاصل کر رہے ہیں اور عنقریب انشا اللہ ہم اس پر خود بھی کچھ اقدامات کریں گے لہٰذا میں پروفیسر صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اس وقت اس پر زور نہ دیں۔ ہمیں کچھ مہلت دے دیں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: میں وزیر داخلہ صاحب کا بڑا ممنون ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ جناب اسلم خٹک صاحب نے بڑی اچھی اور ایک صحت مند روایت اس ایوان میں قائم کی ہے ہم نے ہمیشہ ان کے رویئے کو بڑا کھلا اور جمہوری روایات کے لئے زیادہ سے زیادہ حساس پایا ہے۔ لیکن پورے ادب کے ساتھ میں تین باتیں ان کی خدمت میں عرض کروں گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ آج سامنے نہیں آیا ہے تقریباً سات سال سے اس پر قومی بحث ہو رہی ہے اور آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے فیڈرل شریعت کورٹ میں بھی یہ مسئلہ آیا تھا اور وہاں بھی یہ بات کہی گئی تھی کہ یہ ترامیم خصوصیت سے یہ جو تضاد ہے اس کی کوئی justification نہیں ہو سکتی۔ اس پر حکومت کو غور کرنا چاہیئے۔ لیکن ڈیڑھ سال سے حکومت نے غور نہیں کیا۔ پھر اکتوبر کے شروع میں خود میں یہ مسئلہ ایوان کے سامنے لایا۔ اس کے بعد تین ساڑھے تین مہینے حکومت کے لئے پورا موقع تھا کہ وہ غور کرے اور خود کوئی بل لائے اگر وہ لے آتے تو میں کہتا کہ چشم ماروشن دل ماشاد۔

دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں خلط مبحث نہیں کرنا چاہیئے ایک چیز یہ ہے کہ آیا truth اس کے لئے genuine defence ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلط باتیں زبان سے کہہ رہا ہے جس کے نتیجے میں lible واقع ہوتا ہے تو قانون کے تحت printed words کے بغیر بھی اس پر لائبل کا مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ایک شخص صرف ایسے موقع پر جب کہ زیادہ افراد کسی اجتماع میں موجود ہوں وہاں کوئی بات کہتا ہے تو اس پر بھی آپ لائبل لا سکتے ہیں۔ میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو کھلی چھٹی دے

دی جائے کہ جو چاہیں وہ کہیں اگر کوئی شخص تقریر میں کوئی غلط زبان استعمال کرتا ہے تو اس کا احتساب ہونا چاہئے۔ لیکن اگر genuine صداقت سچائی اور درستگی کی بنیاد پر یہ بات کہی جاتی ہے اور وہ پریس میں شائع ہوتی ہے تو پریس کو یہ حق ملنا چاہئے اس بناء پر کہ وہ بات سچائی پر مبنی تھی۔ وہ فیئر تھی۔ یہ اصل مسئلہ ہے۔ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص تقریر میں غلط بیانی سے کام لیتا ہے جھوٹ بولتا ہے الزامات لگاتا ہے تو نہ اس کو الزامات لگانے کا حق ہے اور نہ ان الزامات کو چھپنا چاہئے۔ اس کے لئے قانون میں پوری پوری گنجائش موجود ہے۔

تیسری بات میں یہ عرض کروں گا کہ اگر آپ وقت ہی چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ مجھے یہ موقع دیں۔ ہاؤس میں اس کے ایڈمٹ ہونے کے معنی اس کے قبول کئے جانے کے نہیں ہیں۔ اس کے بعد پھر یہ کمیٹی میں جائے گا اور سٹینڈنگ کمیٹی میں ہم اس پر غور کریں گے آپ کا نقطہ نظر بھی وہاں آجائے گا۔ اور میرا نقطہ نظر بھی وہاں آئے گا اور اگر اس کو مزید improve کیا جا سکتا ہے تو اس کو مزید improve کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کو ایڈمٹ کیا جائے۔ سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اس طرح سٹینڈنگ کمیٹی میں گورنمنٹ بھی اور دوسرے سینیٹرز بھی مل کر اسے بہتر شکل دینے کی کوشش کریں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین! میں یہی عرض کرنے والا تھا کہ اس سٹیج پر ہم ایک پروسیجر کو طے کرنا چاہتے ہیں جہاں تک پروفیسر خورشید نے جو فرمایا وہ substance کی بات تھی۔

Procedurally, he has asked the House to grant him leave to introduce the bill

اور اس کا پروسیجر یہی ہے۔

after he has given his explanation of why he wants to introduce the bill and the Minister has opposed or agreed with him, in that case, I think the only alternative or the only thing left for me, is to put the question to the House whether it grants leave or not.

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak: I have no objection I agree, let it go to the......(*interruption*).

Mr. Chairman : Well, in that case, I think, in the first instance, I have to put the question to the House. Mr. Shad Muhammad Khan.

جناب شاد محمد خان: جناب والا! یقین دہانی ہونے کے بعد......

جناب چیئرمین: میں عرض کر دوں کہ اس پر کسی دوسرے ممبر کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس پر تقریر کرے یہ پرو سیجر کا سوال ہے۔ سوائے اس کے کہ محرک اپنی وضاحت دے دے اور وزیر صاحب اپنا موقف بیان کر دیں۔

Then I will put the question.

The question is :

> "That leave be granted to Professor Khurshid to introduce his bill, called the Criminal Law (Amendment) Bill, 1986."

(the motion was adopted.)

Mr. Chairman: Prof. Khurshid is requested to introduce his bill. He is granted leave.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں آپ کا وزیر داخلہ کا' اور پورے ایوان کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اس بل کو introduce کر کرنے کی اجازت دی اور اب میں اس بل کو introduce کرتا ہوں۔

Mr. Chairman : I think, you have to formally move that you introduce the Bill.

THE CRIMINAL LAW (AMENDMENT) BILL, 1986— INTRODUCED

Prof. Khurshid Ahmad : I hereby move :

> "That the bill called the Criminal Law (Amendment) Bill, 1986, be considered by the Senate.

Mr. Chairman : I think the bill called Criminal Law (Amendment) Bill, 1986, stands introduced and under Rule 82, it stands referred to the Standing Committee automatically.

('The House stands adjourned to meet at 6.P.M.')

[The House Adjourned for Maghrab Prayers]

[THE HOUSE *RE*-ASSEMBLED AFTER THE INTERVAL WITH MR. CHAIRMAN (MR. GHULAM ISHAQ KHAN) IN THE CHAIR]

Mr. Chairman : I think we move to the next item.

Mr. Shad Muhammad Khan : Point of order Sir, I draw your attention Sir, to Rule 79 Para (2) ;

> "If a motion for leave to introduce a private member's Bill is opposed, the Chairman, after permitting, if he so thinks fit, a brief explanatory statement by the member seeking leave and by the member or the Minister opposing it, may without further debate put the question".

So here the question has come, I was a member of the House Sir, because the Minister is not member, he is a Minister here, but he is not a member of the Senate. So this, right has been over-ruled, for the reason not known, it may be explained Sir.

Mr. Chairman : But I don't think, the Chair has any duty to explain his ruling to the House but out of sheer courtesy . I would tell you that it is in the alternative either the Minister or the member and when the Minister is present he speaks authoritatively on behaf of the Government. Then nobody else has the right to speak on the same subject. Thank you.

Professor Khurshid has to move for leave to introduce the Pakistan Press and Publication (Amendment) Bill, 1986.

Prof. Khurshid Ahmad: Sir, I seek the permission of this House to move the Pakistan Press and Publications (Amendment) Bill, 1986.

Mr. Chairman: Professor Khurshid Ahmad has moved for leave of the House to introduce his bill called the Pakistan Press and Publication (Amendment) Bill, 1986.

Is it being opposed?

Ch. Shujaat Hussain: Yes Sir.

Mr. Chairman : Professor Khurshid Ahmad.

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمان الرحیم۔

چوہدری شجاعت حسین: پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! یہ معاملہ اب سپریم کورٹ

کے زیر غور ہے اس لئے میری درخواست ہے کہ اس وقت اگر اس کو ڈسکس نہ کیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔

جناب چیئرمین: پہلے ان کو سن لیں۔ جب آپ اپوز کرتے ہیں تو پھر اس کو بھی دیکھیں گے۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج اس ایوان کو ایک بہت ہی اچھا موقع اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور ہمیں خدا اور خلق دونوں کے سامنے پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اس مسئلے کے اوپر غور کرنا چاہئے۔ جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ اسلام نے فرد کی آزادی' آزادی اظہار' آزادی اجتماع اور آزادی اختلاف کی ضمانت دی ہے ایک طرف اسلام جہاں یہ چاہتا ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ ذمہ داری اور اخلاقی پابندیوں کے ساتھ اپنی اپنی زندگی گزارے اور وہیں دوسری طرف وہ تمام افراد کو اس بات کا موقع دیتا ہے کہ انہیں اپنے دل کی بات کہنے کے مواقع فراہم کئے جائیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے اور امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر ممکن نہیں اگر معاشرہ اپنے افراد کو' اداروں کو یہ موقع نہ دے کہ وہ سچائی معروف حق اور نیکی کی تلقین کر سکیں اور برائی بدی اور غلطی پر احتساب کر سکیں یہی وجہ ہے اور آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ پرنٹنگ پریس' خصوصیت سے پتھر کے ذریعے سے طباعت تقریباً سات سو سال سے مسلمانوں میں رائج رہی ہے لیکن کبھی مسلمانوں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا بھی نہیں کہ پریس کے اوپر پابندی لگائی جائے کہ جو ادارہ کوئی کتاب' کوئی رسالہ کوئی اشتہار چھاپنا چاہتا ہو پہلے وہ حکومت وقت سے اجازت لے اور اس کے بعد وہ اپنا نقطہ نظر عوام تک پہنچائے ہندوستان میں بھی مغلیہ دور میں' مسلمانوں کے دور میں ایسی کوئی پابندی نہیں تھی حتیٰ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں بھی ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔ صرف پہلی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے یہ بات محسوس کی کہ جو جہاد کی تحریک مسلمانوں نے اٹھائی' آزادی کی تحریک ابھری اس کو کسی نہ کسی طریقے سے کنٹرول کیا جائے اور کنٹرول کرنے کے لئے سیاسی قانون انتظامی بیشمار راستے اختیار کئے گئے اور ان میں سے ۱۸۶۷ کا قانون تھا جس کی رو سے پہلی بار یہ بات لازم کی گئی کہ کوئی رسالہ نکالنے کے لئے یا کوئی مطبع قائم کرنے کے لئے سرکار وقت سے اجازت لینا پڑے گی۔

آپ یہ دیکھئے کہ برطانیہ میں نہ اس دور میں نہ آج کوئی پابندی کسی پر ہے کہ جو شخص پریس قائم کرنا چاہے' پرنٹر کا کام کرنا چاہے' چھاپے خانے کی مشین لگانا چاہے یا اخبار

نکالنا چاہے یا رسالہ نکالنا چاہے یا کتاب چھاپنا چاہے، صرف ایک پابندی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چیز بھی آپ شائع کریں گے اس پر شائع کرنے والے کا نام ہونا چاہئے اور قانون کے تحت اس کی چار کاپیاں نیشنل ریکارڈ آفس میں بھیجنی ضروری ہیں۔ یہی چیز تقریباً دنیا کے دوسرے تمام جمہوری ممالک کے اندر ہے لیکن میں نے جمہوری ممالک سے آغاز نہیں کیا میں نے مسلمان دنیا سے آغاز کیا ہے۔ جہاں کبھی چھاپہ خانے کے اوپر، اخبار نکالنے کے اوپر، رسالہ نکالنے کے اوپر پابندی نہیں رہی۔ آپ اس بات سے واقف ہیں کہ اردو زبان میں اٹھارویں صدی میں، ۱۹ویں صدی میں رسالے اخبارات نکلے ہیں اور نکلتے رہے ہیں اور کبھی پابندی کا تصور مسلم معاشرے میں نہیں رہا یہ انگریز نے تحریک آزادی اور خصوصیت سے مسلمانوں کی تحریک جہاد اور اس کے نتیجے کے طور پر جو threat مغربی سامراج کو تھا، برطانوی سامراج کو maintain کرنے کے لئے پہلی مرتبہ یہ کام ہوا۔

لیکن جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کروں گا کہ اس وقت بھی جو پابندیاں لگائی گئیں یعنی ۱۸۶۷ کے قانون کا اگر آپ مطالعہ کریں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ اس میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اجازت دیتا تھا لیکن یہ ایک محض فارمیلٹی تھی ایسا نہیں تھا کہ اس کے نتیجے کے طور پر یعنی اس کا راستہ روکا جاسکتا ہو صرف یہ ہے کہ وہ ریکارڈ کیا جاسکتا ہے پھر دوسری developments ہوئیں پہلی جنگ کے بعد جب کہ آزادی کی تحریک زیادہ تیزی سے اٹھی اور جگہ جگہ تصادم ہونے لگا تو اس سے انگریزوں نے پھر یہ بات محسوس کی کہ نیا قانون چاہئے ان میں پریس ایمرجنسی پاورز ایکٹ ۱۹۳۱ نافذ کیا گیا۔ میری نگاہ میں برطانوی دور میں یہ پہلا قانون تھا جس کے معنی یہ ہوئے کہ برطانیہ کی حکومت کے قائم ہونے کے بعد بھی تقریباً اسی سال کے بعد انہوں نے پہلا مفصل قانون بنایا جس کے تحت یہ پابندیاں لگائی گئیں لیکن میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خود اس قانون کے اندر بھی اگر حکومت کسی کو ڈکلیریشن دینے سے انکار کرے یا کسی پرنٹر سے یا پبلشر سے یا اخبار سے ضمانت طلب کرے تو اس کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرنے کا اختیار تھا، دیکھئے سرکار کو درخواست دینے کا نہیں بلکہ ہائی کورٹ میں چیلنج کرنے کا اس کو اختیار تھا یہ وہ چیز تھی جو کہ خود برطانوی دور میں تھی لیکن کیا ستم ظریفی ہے کہ آزادی حاصل ہونے کے بعد ہماری آزادی روز بروز کم سے کم تر ہوتی گئی۔ آزادی کے بعد ایسی ناروا اور نامعقول پابندیاں، اظہار رائے کی آزادی پر تحریری آزادی پر، نشر و اشاعت کی آزادی پر لگائی گئیں جن کا کوئی جواز نہ اخلاق میں نہ قانون میں، نہ مسلمانوں کی تاریخ میں ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ۱۹۶۰ میں پہلے مارشل لاء کے بعد پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس نافذ کیا گیا اور یہ وہ کالا قانون تھا جس کے ذریعے پریس کو لگام دینے اور اسے حکومت کا تابع مہمل بنانے کی کوشش کی گئی۔ اس سے پہلے دوسرے کچھ قوانین کے misuse کے باوجود اختلاف رائے کی آزادی تھی، جس میں کریمنل لاء سیفٹی لاء اور سیکورٹی لاء شامل تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس ملک کے شہریوں کو اپنے ضمیر کی آواز کو ظاہر کرنے کا موقع موجود تھا۔ لیکن ۱۹۶۰ کے قانون کے بعد ان کو لگام دی گئی، اس کے بعد حکومت نے اے پی پی پر قبضہ کیا، اس کے بعد نیشنل پریس ٹرسٹ بنا، جس نے مختلف اخبارات کو اپنے قابو میں کیا، اس کے بعد ڈکلیریشن کی آزادی، اخبار نکالنے کی آزادی تقریباً مفقود ہو گئی۔ جناب والا! ان ساری پابندیوں کے باوجود ۱۹۶۰ کے قانون میں کم از کم یہ گنجائش تھی کہ اگر کسی کو ڈکلیریشن نہ دیا جائے یا refuse کیا جائے تو وہ ہائی کورٹ میں اپیل کر سکتا تھا۔ قانون نے اس بات کی گنجائش دی تھی کہ کم از کم ہائی کورٹ کے تین ججوں کا بینچ اس اپیل کو سنے اور اس کا فیصلہ کرے۔

لیکن جناب والا! ۱۹۶۳ میں دستور کے آنے کے بعد جو پریس اینڈ پبلی کیشن کا قانون آیا۔ جس نے ۱۹۶۰ کے قانون کو supersede کر دیا۔ اس نے یہ آزادی بھی لے لی، ہماری تاریخ کا بہت بڑا سانحہ ایک طرف ہم ۱۹۶۲ میں مارشل لاء سے نکلے اور دوسری طرف جس جزوی جمہوریت کے دور کا آغاز ہوا، اس دور میں سب سے پہلا چھاپہ جس چیز پر مارا گیا، وہ پریس کی آزادی تھی۔ جناب والا! اگر آپ اس قانون کا مطالعہ کریں، تو آپ یہ پائیں گے کہ اس کے ہر صفحے کے اوپر ایسی پابندیاں، ایسے ناروا مطالبات، جسے کوئی جمہوری معاشرہ، جسے کوئی مہذب معاشرہ ایک دن کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتا، ایسا معلوم ہوتا ہے اور ہم نے یہ سمجھا ہے کہ یہ ملک خدا نخواستہ چوروں کا ملک ہے، دشمنوں کا ملک ہے، یہ ملک کے عوام کو belong نہیں کرتا، یہ ملک امت مسلمہ کو belong نہیں کرتا، کچھ بیوروکریٹس حکمران ہیں۔ جو دراصل عقل کل کے مالک ہیں جو ایک قسم کے جاگیردار ہیں، خود محبّ وطن ہیں اور وہ ہر شخص پر پابندیاں لگا کر دیکھیں گے کہ کون کس مقام پر ہے۔ جناب والا! ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اس بات کا حق دیا گیا ہے۔ وہ جس کو چاہے ڈکلیریشن دینے سے انکار کر دے اس بنا پر نہیں کہ اس نے کوئی جرم کیا ہے، اس بنا پر نہیں کہ اس کا ریکارڈ خراب ہے۔ بلکہ محض اس گمان کی بنیاد پر کہ اس سے یہ خطرہ ہے کہ وہ اس آزادی کو غلط استعمال کرے گا۔

جناب والا! غیر معمولی حالات کے اندر، کچھ شرائط کے ساتھ preventive actions لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے ملک کے عوام کے اوپر اعتماد نہیں کرتے، اگر ہم اپنے ملک کے اندر آزادی کی روایات قائم نہیں کرتے، اگر ہم اپنے ملک کے اندر ہر شہری کو شک و شبہات کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو یہ اس ملک کے ساتھ سب سے بڑا ظلم اور زیادتی ہے اور یہ قانون اسی کے اوپر مبنی ہے۔ خواہ آپ پریس لگانے کی اجازت چاہیں، خواہ آپ اخبار نکالنے کی اجازت چاہیں، خواہ آپ رسالہ نکالنے کی اجازت چاہیں۔ ہر جگہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اس بات کا اختیار حاصل ہے، کہ اگر وہ یہ سمجھے میں الفاظ آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

The District Magistrate shall refuse to authenticate the declaration of a printer about whom the Government is satisfied on the basis of information in the suggestion and after giving such a printer an opportunity of being heard that he is likely to act........I repeat........that he is likely to act in a manner prejudicial to the defence, or external affairs or security of Pakistan.

اگر کسی شخص کا جرم ثابت ہو جائے۔ اس کو اس بات کی سزا دیتے ہیں یہ قانون کا ایک حق ہے اور کوئی مہذب معاشرہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو defend نہیں کرے گا۔ لیکن عام شہریوں کو صرف اس بنا پر کہ کسی بیوروکریٹ کو اس بات کا شبہ ہے کہ یہ اس آزادی کو غلط استعمال کرے گا، لوگوں کو آزادی سے محروم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

جناب والا! اس کے بعد اس کے اندر اپیل کا کوئی حق نہیں ہے۔ صرف ایک حق ہے کہ اگر آپ اپیل کرنا چاہیں تو آپ گورنمنٹ کو اپیل کریں۔ لیکن کسی کورٹ کو، کسی انڈی پنڈنٹ ادارے کو آپ اپیل نہیں کر سکتے۔ جو ٹربیونل بنایا گیا ہے وہ ٹربیونل بھی حکومت کے شکنجے میں کسا ہوا ہے وہ تین افراد پر مشتمل ہو گا جس میں سے اس کا چیئرمین ایک ایسا شخص ہو گا، جو ہائی کورٹ کا جج ہو سکتا ہو۔ جناب والا! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا، ایک ہائی کورٹ کا جج اور ایک ایسا شخص جو ہائی کورٹ کا جج ہو سکتا ہو ایک ہی چیز نہیں ہے ایک ایسا شخص جس نے کبھی عملاً وکالت بھی نہ کی ہو، اگر وہ بطور ایڈووکیٹ دس سال تک رجسٹرڈ ہے۔ تو وہ کوالیفائی ہو جاتا ہے ہائی کورٹ کے جج کے لئے، ایسی صورت میں آپ ایک ایسے شخص کو جس نے کبھی انصاف نہیں کیا، کبھی اس اہم کرسی پر نہیں بیٹھا اور کبھی اس نے ضمیر کی وہ کسک

محسوس نہیں کی، جو صرف ایک منصف بننے کے بعد ہی انسان محسوس کر سکتا ہے آپ اس کو چیئرمین بنادیں۔ دوسرا ممبر اس کا ایک بیورو کریٹ ہو گا، اور تیسرا ممبر اس کا پریس سے ہو گا، لیکن دو lists دی جائیں گی، اور ان دو لسٹوں میں سے چیئرمین جس کو چاہے بنا سکتا ہے۔ اور جب ضرورت پڑے گی اس وقت ٹریبونل بنایا جائے گا، کتنی مدت، میں اس کا کوئی تعین نہیں ہے۔ آپ ایک سال تک اس معاملے کو لٹکائے رکھتے ہیں کوئی حد نہیں ہے کہ ٹریبونل کتنے عرصے میں معاملے کو طے کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں اپیل کا کوئی حق جس میں آپ انصاف کے دروازے کھٹکھٹا سکیں، عدالت سے آپ اپنا حق لے سکیں، اس کے اندر موجود نہیں ہے۔

جناب والا! یہی وجہ ہے کہ اس پر پچھلے ۲۲ سال سے universal uproar ہو رہا ہے پریس کے ہر طبقے نے، سیاستدانوں نے تقریباً ہر سیاسی جماعت نے، یہ الگ ستم ظریفی ہے کہ سیاسی جماعتیں جب تک اقتدار سے باہر ہوتی ہیں وہ یہ دعویٰ کرتی ہیں ہم پہلا کام یہ کریں گی کہ ''ہم پریس کو آزادی دیں گی اور پریس پبلی کیشن آرڈیننس کو تبدیل کریں گی اور پریس ٹرسٹ کو توڑیں گی''، لیکن جب وہ حکومت میں آتی ہیں تو پہلا کام وہ یہ کرتی ہیں کہ اس قانون کو کچھ اور سخت بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔

جناب والا! موجودہ حکومت کے سامنے میں دو مثالیں رکھ رہا ہوں۔ پہلی مثال ۱۹۶۳ کی ہے کہ ۱۹۶۰ کا قانون بڑا خراب تھا۔ لیکن پھر بھی اس میں کم سے کم انصاف کا چھوٹا سا دروازہ یا کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ ۱۹۶۳ میں جمہوری دور کے آتے ہی اس کھڑکی کو بند کر دیا گیا، دوسرا موقع ۱۹۷۲ء میں جب پیپلز پارٹی بر سر اقتدار آئی اور اس دعویٰ کے ساتھ آئی، کہ پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس کو ختم کیا جائے گا، پریس ٹرسٹ کو توڑا جائے گا، پریس کو اس کی چھینی ہوئی اور کھوئی ہوئی آزادی بحال کی جائے گی، لیکن آنے کے بعد اس نے کیا کیا؟

The President in exercise of the powers conferred by clause 3 of Article 139 of the Interim Constitution, declares by a Gazette Notification dated 30th April, 1972 that:

> "Right to move any court including the right to move the supreme court *vide* clause 4 of Article 7 of the Enforcement of the Fundamental Rights provided for in Article 9, 12, 13, 14, 15, 16, 20, 21, 22 and 24 of the Constitution and all proceedings pending in any court for

the enforcement only of such rights shall remain suspended for the period during which the said proclamation is in force.

جو عملاً ۱۹۷۷ تک نافذ رہا۔

جناب والا! یہ بڑی خراب مثالیں ہیں خدارا ان مثالوں کا تصور نہ کریں آیئے اس قانون کو جس نے انصاف کا خون کیا، جس نے پریس کی آزادی کو ختم کیا۔ جس نے پریس کے لئے ایسی سزائیں تجویز کیں، جو کلی طور پر ایڈمنسٹریشن کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب چاہیں وہ اسے استعمال کریں، اور انہوں نے اس کو بے دریغ استعمال کیا، آیئے اس نئے جمہوری دور میں سب سے پہلا کام ہم یہ کریں کہ اس قانون کو تبدیل کریں۔ جناب والا! میں نے یہ نہیں کہا کہ اس قانون کو repeal کر دیا جائے۔ میں نے اس کے مقابلے میں پوری محنت کر کے ایک ایسا خاکہ بنانے کی کوشش کی جس میں ایک طرف ایک مہذب معاشرے میں صحافت کی حقیقی آزادی کی مکمل حفاظت کی جا سکے۔ لیکن دوسری طرف یہ آزادی رائے کے حقوق پامال کرنے کا ذریعہ نہ بنے، اس آزادی کا misuse ہی ممکن نہ ہو۔ اس لئے جو چیزیں میں نے پیش کی ہیں ان میں چار پانچ چیزیں بنیادی ہیں سب سے پہلی چیز کہ دو مہینے کے اندر اندر مجسٹریٹ کو حق ہو گا کہ وہ کسی درخواست کو refuse کرے۔ لیکن اگر وہ دو مہینے کے اندر اندر refuse نہیں کرتا تو اس کے بعد یہ متصور کیا جائے گا کہ پریس قائم کرنے یا اخبار نکالنے، رسالہ نکالنے کی اجازت حاصل ہو گئی ہے۔

جناب والا! اس کے لئے میں نے فیڈرل شریعت کورٹ کی .ججمنٹ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس لئے کہ میں آپ کو یاد دلادوں کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے ۱۹۸۴ میں مختلف سیکورٹی لاز اور پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ گو جائز پابندیاں صحافت پر عائد کی جا سکتی ہیں لیکن ان کا معقول اور جائز ہونا ضروری ہے اور انہوں نے اس بات کو نا معقول اور ناجائز تصور کیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جس کو چاہے انکار کر دے اور جتنے ہفتے چاہے درخواست کا جواب نہ دے۔ کوئی پابندی قانون میں نہیں ہے کہ آج میں ایک درخواست پریس قائم کرنے کے لئے دیتا ہوں تو کسی مدت کے اندر اندر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اسے قبول کرلے یا رد کر دے وہ اس کو ساری عمر لٹکا سکتا ہے تو اس کی روشنی میں، میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ دو مہینے کے اندر اندر یا وہ اسے قبول کرے یا رد کرے اگر وہ رد نہیں کرتا اس کا معنی

یہ ہے کہ اپنے آپ پریس لگائے یا اخبار نکالنے کی آزادی حاصل ہو گئی ہے۔ دوسری چیز اگر وہ refuse کرتا ہے تو انکار کی شکل میں باقاعدہ عدالت میں اپیل کا حق دیا ہے تاکہ عدالت کیس کو دیکھے اور اگر فی الحقیقت ایسی کوئی چیز موجود ہے کہ کسی شخص کو اجازت نہیں ملنی چاہئے پھر عدالت وہ صحیح ادارہ ہے جو اسے روک سکے۔ اور اگر عدالت یہ محسوس کرے کہ ایسا نہیں ہے تو اسے اس کی آزادی ملنی چاہئے۔

جناب والا! اس بل میں تیسری چیز میں نے یہ رکھی ہے کہ حکومت ہمیشہ یہ کہتی رہی ہے کہ آزادی کا غلط استعمال کیا جاتا ہے اخبارات اسے misuse کرتے ہیں۔ لوگوں کی عزتوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں غلط الزام تراشیاں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بھی کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ اور خود پریس نے اس معاملے میں بڑا مثبت رویہ اختیار کیا ہے اور دو دفعہ ایک بار ۱۹۷۳ میں اور دوسری بار اس مارشل لاء کے دور میں Press Ethical Code تیار کیا گیا۔ میرے علم کی حد تک جو کاغذات میرے پاس ہیں۔ ان میں اور ۱۹۷۴ء والے میں بھی گورنمنٹ اور پریس دونوں نے اس مسودے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ اور جو مارشل لاء کے دور میں مسودہ تیار ہوا ہے اس میں بھی دونوں نے اتفاق رائے کا اظہار کیا ہے۔ لیکن اس کے بعد ایک خفیہ پارٹ ہے جو بیچ میں آجاتا ہے اور یہ چراغ بجھ جاتا ہے میں نے اس لئے راستہ یہ نکالا ہے کہ حکومت کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں لیکن ایک ٹریبونل ہو گا جسے میں نے پریس کونسل کہا ہے اور یہ ایک مستقل ادارہ ہو گا جو چاروں صوبوں میں موجود رہے گا۔ اور اس میں تین ہائی کورٹ کے جج یا ایڈہاک جج ہوں اور اس کے بعد میں نے ایک Code of Ethics بنایا ہے اسی کی لائٹ میں لیگل پریکٹیشنرز ایکٹ میں لیگل پروفیشن کے لئے کوڈ بنایا گیا تھا۔ اس میں ' میں نے ان تمام کو لے لیا ہے جو ان دونوں ایگریمنٹس میں آئے تھے جس پر حکومت ' پریس اور پریس ورکرز نے اتفاق کیا تھا۔ میں نے اس میں اس Code of Ethics سے بھی مدد لی ہے جو اسلامک کونسل نے بین الاقوامی سطح کے اوپر اسلامک میڈیا کے لئے مرتب کیا ہے۔ نیز ان سے جو فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنی ایک ججمنٹ بیان کیں۔ ان تمام کو سامنے رکھ کر میں نے Code of Ethics مرتب کیا ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر یہ ضمانت ہو گی کہ اس آزادی کو غلط استعمال نہیں کیا جائے گا۔

میں نے اس کے لئے تین راستے رکھے ہیں پہلا یہ کہ اگر حکومت یہ محسوس کرتی ہے کہ

کوئی پریس ' یا پرچہ اس کوڈ کو نظر انداز کر رہا ہے تو حکومت کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اس معاملہ کو پریس ٹربیونل کو دے دے۔ پریس ٹربیونل اس کو examine کرے گا جو جوں پر مشتمل ہے اور اگر انہوں نے محسوس کیا کہ اس اخبار نے غلط کام کیا ہے تو وہ سزا دے گا۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ اخبار والے یہ محسوس کریں کہ وہ خود ٹربیونل کے سامنے جانا چاہتے ہیں تو ہر اخبار کو ہر ورکر کو یہ حق حاصل ہو اگر کوئی یہ محسوس کرتا ہے کہ ملک میں اخبارات فسق و فجور کو پھیلانے کے لئے فحاشی و عریانی کے لئے استعمال ہو رہے ہیں تو اس کا بھی حق ہے کہ وہ اسی ٹربیونل کو approach کر سکتا ہے اور پھر ٹربیونل اس پر اپنا فیصلہ دے گا۔ اس طرح دراصل judicial process کے ذریعے سے میں چاہتا ہوں کہ ان آزادیوں کی جہاں violation ہے تو اس کو بھی روکا جائے۔ لیکن کسی انتظامیہ یا حکومت کو یہ اختیار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ پریس کو اپنے مفاد یا اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرے۔

یہ ہے وہ راستہ جس سے آپ پورا پورا تحفظ کر سکتے ہیں ان حدود کا اسے پابند کر سکتے ہیں جس میں ایک اسلامی اور جمہوری معاشرے میں اسے ہونا چاہئے۔ آپ کو یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خود انگلستان میں بھی ایک پریس کونسل ہے گو وہ ایک نیم خود مختار ادارہ ہے اور اس سے حکومت بھی اور کوئی عام آدمی بھی رجوع کر سکتا ہے میں اس سے آگے بڑھ کر کے اسے ایک جوڈیشل ادارہ بنانا چاہتا ہوں۔ اس فریم ورک کے اندر اگر ہم اس قانون کو دیکھیں تو وہ مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے جس کے لئے قانون بنایا گیا تھا لیکن اس سے زیادہ ایک اور چیز یہ ہے کہ پریس کو حقیقی آزادی مل سکے ہر شہری کو یہ موقع مل سکے کہ وہ اگر کوئی چھاپہ خانہ قائم کرنا چاہتا ہے ' تو کر سکے اگر کوئی پرچہ نکالنا چاہتا ہے تو نکال سکے۔ اگر وہ قانون اور اخلاق کی پابندی کرتا ہے تو اسے کسی کا خوف نہیں ہو گا کہ کل اس کی آواز کو بند کیا جائے گا اس سے سیکورٹی طلب کی جائے گی اس کے پریس کو ضبط کیا جائے گا یہ جو تلوار لٹک رہی ہے اس کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں

جناب والا! یہ مسوّدہ میں نے تیار کیا ہے میں حکومت سے پوری دردمندی سے اور اس ایوان سے اپیل کرتا ہوں کہ یہ میرا مسئلہ نہیں یہ کسی کا ذاتی مسئلہ نہیں یہ دراصل قوم کی طرف سے ایک امانت ہے جو ہمارے سپرد ہے اگر ہم جمہوری دور کا آغاز ایک ایسے قانون کو لا کر کریں جس کے نتیجے کے طور پر وہ مذموم قانون پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس جس نے ۲۲ سال سے پریس کی آزادی کو مجروح کیا ہوا ہے اس کے مقابلے میں ہم ایک ایسا قانون لائیں جس سے حقیقی

آزادی بھی حاصل ہو اور وہ آزادی اخلاق اور شرافت کی پابند ہو۔ یہ ہے میری کوشش۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ حکومت اس معاملے میں مزاحم ہونے کے بجائے معاون ہو گی اور ہم مل جل کر کر ایک بہتر قانون بنا سکیں گے۔ بہتر معاشرہ بنا سکیں گے اور پورے پریس کو اس کے حقوق جو اس سے چھینے گئے ہیں، دے سکیں گے۔ شکریہ۔

چوہدری شجاعت حسین صاحب:

جناب چیئرمین: شکریہ۔

چوہدری شجاعت حسین: جناب چیئرمین! میں پروفیسر خورشید صاحب کی گزارشات سے کافی حد تک اتفاق کرتا ہوں۔ جو انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ ۲۵ سال سے یہ معاملہ چل رہا ہے اور یہ پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کافی بدنام بھی ہو چکا ہے۔ لیکن میں اس وقت اس معزز ایوان کے سامنے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں چونکہ یہ معاملہ سپریم کورٹ میں ہے اس لئے اس کو یہاں پر زیر بحث نہ لایا جائے۔ پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ پر فیڈرل شریعت کورٹ نے ۲۱ مارچ ۱۹۸۴ کو اپنا فیصلہ سنایا اور چند ترامیم تجویز کیں۔ ان ترامیم پر حکومت کے مختلف اداروں یعنی وزارت اطلاعات و نشریات، جسٹس ڈویژن اور صوبائی حکومتوں نے باہمی صلاح مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ حکومت پاکستان فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کرے۔ چنانچہ یہ معاملہ اس وقت زیر غور ہے بہرحال اس کے باوجود میں پروفیسر صاحب اور اس ہاؤس کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح وزارت اطلاعات صحافیوں کی تنظیموں کے ساتھ مختلف اوقات میں ملاقاتیں کرتی رہتی ہے اور ہم کوشاں ہیں کہ کسی طریقے سے یہ مسئلہ باہمی گفت و شنید سے حل ہو جائے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا ہے اور میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ اب یہ معاملہ ختم ہونا چاہئے۔ بے شک ہر حکومت آنے سے پہلے اسے ختم کرنے کا کہتی ہے لیکن آج تک کسی نے ختم نہیں کیا۔ میں اس ہاؤس کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس میں اسی سال کے اندر اندر نمایاں تبدیلی کریں گے۔ اور کوشش کی جائے گی کہ اسی سال کے اندر اندر یہ معاملہ ہر صورت میں حل کر لیا جائے۔ باقی اگر اس سلسلے میں اور کوئی قانونی وضاحت چاہتے ہیں تو وزیر مملکت قانون یہاں تشریف فرما ہیں میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کے قانونی پہلوؤں پر اگر چاہیں تو روشنی ڈالیں میں اس ہاؤس سے یہ ہی گزارش کروں گا کہ اس معاملے کو اس وقت زیر غور نہ لائیں۔

Mr. Chairman : I think again it is a question of procedure. Under the rules, as far as I am able to understand them, the mover moves and then either a member or a Minister opposes it. Then, I think, the next step is to put the question to the House instead of the whole thing developing into a proper debate. If the motion is admitted, the Bill is introduced automatically to go to a Standing Committee and from the Standing Committee it will come back to the House, when a general discussion on the principles of the Bill would start. That would be the proper occasion to go into the substance of the thing. Here, an honourable member has moved and the honourable Minister has opposed it. So, I think.......(*Interruption*).

قاضی حسین احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی فرمائیے۔

قاضی حسین احمد: آنربل منسٹر نے اسے اپوز نہیں کیا انہوں نے کہا ہے کہ اسے زیر غور نہ لایا جائے زیر غور تو اس وقت نہیں لایا جا رہا۔ ابھی اس کو صرف ایڈمٹ کرنے کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: میں اس کو اپوز کرنا ہی سمجھتا ہوں۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں ممنون ہوں ان کا اور اس سے زیادہ اسلم خٹک صاحب کا کہ انہوں نے اس پورے معاملہ میں بڑا مثبت رویہ اختیار کیا ہے۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فرض کیجئے اگر کسی شخص کا حق مارا گیا ہے اور وہ اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے عدالت میں گیا ہے اور ہم قانون میں کوئی ایسی تبدیلی کر دیں جب کہ اس کا مقدمہ زیر غور ہو جس کے نتیجے کے طور پر اس کا حق متاثر ہو رہا ہو تو ایسے subjudice کیسوں کو بحث میں نہیں لایا جاتا۔ یہاں مسئلہ بہت مختلف ہے یہاں صورت یہ ہے کہ پریس کے کہنے پر فیڈرل شریعت کورٹ نے پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس پر غور کیا۔ سماعت ہوئی اور انہوں نے اپنا ججمنٹ دیا۔ ججمنٹ دینے کے بعد انہوں نے اس کے اندر کچھ سفارشات دیں کہ فلاں فلاں قوانین میں آپ یہ اور یہ تبدیلیاں کیجئے یہاں پر کوئی فرد ایسا نہیں ہے۔ جو aggrieved party ہو اور اپنے حقوق کے لئے گیا ہو۔ حکومت اس کے مقابلے میں فیڈرل شریعت بینچ میں گئی۔ اس کے کیا دلائل ہیں یہ مجھے نہیں معلوم لیکن ڈیڑھ سال تقریباً ہو گیا ہے۔ لیکن وہاں اس کی سماعت نہیں ہوئی۔ لیکن ایسے معاملات جو ہیں وہ میرے ناقص اور محدود علم کی حد تک

subjudice نہیں ہیں۔ پارلیمنٹ کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ ایسے معاملات میں مداخلت کرے اور اس قسم کی قانون سازی کبھی بھی subjudice cases میں حائل نہیں ہوتی اس لئے کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے کہا کہ یہ تبدیلی کیجئے۔ اس وقت یہ ادارے موجود نہیں تھے گورنمنٹ سپریم کورٹ میں چلی گئی اس کی بنیاد بھی یہی ہے کہ یہ شریعت کے خلاف ہے میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ یہ شریعت کے خلاف کیوں ہے اور فیڈرل شریعت کورٹ نے اس کے لئے کیا دلائل دیئے ہیں۔ اس وقت وہ چیز زیر بحث نہیں ہے۔ دراصل subjudice کی بنیاد پر اس بل کو نہیں روکا جاسکتا۔ اس لئے میں دوبارہ درخواست کروں گا کہ اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ آپ یہ بل ایڈمٹ ہونے دیجئے پھر سٹینڈنگ کمیٹی میں اس پر بحث کیجئے اور اسے مزید improve کیجئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ میرے نام سے آئے۔ آپ اس کو گورنمنٹ کے نام سے لائیے۔ لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ یہ کام ہونا چاہئے۔ اس کے لئے آپ دوبارہ تاخیری حربے استعمال نہ کیجئے بلکہ سینٹ کو موقع دیں کہ وہ ایک اچھی مثال قائم کرے۔ اچھی خدمت انجام دے اور اس کے بعد پھر پارلیمنٹ کے دوسرے ایوان میں یہ جاسکے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ذاتی طور پر مجھے پروفیسر خورشید صاحب سے اتفاق ہے کہ جہاں تک subjudice کا تعلق ہے، بعض معاملات میں تو وہ راہ میں حائل ہو سکتا ہے لیکن صرف اس خاص کیس میں جس میں عدالت نے صرف قانونی نکتے کا فیصلہ کرنا ہے اس میں پارلیمنٹ کو پورا اختیار ہے کہ اس قانون کو ہی بدل دے اس میں میرے خیال میں نہ اس کورٹ کی disrespect انوالو involve ہوتی ہے۔ اور نہ کوئی حفظ مرتب مجروع ہوتے ہیں چونکہ پارلیمنٹ کو اختیار ہے وہ قوانین بدل سکتی ہے۔ لیکن وہ کیس اگر عدالت میں ہو تو جب تک وہ کسی دوسرے کا حق نہ ہو جو safe guarded ہوتا ہے اگر قانون بدل بھی جائے تو اس کو کچھ بعض اوقات رعایت دے سکتے ہیں اور بعض اوقات نہیں دے سکتے لیکن ایسے معاملے میں، جس میں سپریم کورٹ، ہائی کورٹ کے سامنے ایک قانونی نکتہ ہو تو قانون بدل سکتا ہے اور پارلیمنٹ کو پورا اختیار ہے کہ وہ قانون بغیر ان کے فیصلہ دئے ہوئے بدل دے۔ یہاں تک بھی ہو سکتا ہے کہ اگر سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ دیا جو کہ پارلیمنٹ کو منظور نہیں ہے تو پورے کا پورا قانون بھی اس فیصلے کے خلاف بھی بدل سکتے ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں یہ subjudice میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے مجھے ہاؤس کے سامنے question put کرنے کے سوائے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

So, the question is :

"That leave be granted to Professor Khurshid to introduce his Bill, called the Pakistan Press and Publication (Amendment) Bill, 1986".

(The motions was adopted)

Mr. Chairman : Professor Khurshid may introduce his Bill.

پروفیسر خورشید احمد: میں جناب والا! آپ کا اور اس پورے ایوان کا تہیہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ پوری قوم کو اس پر فخر ہو گا۔ کہ آج اس ایوان نے ایک ایسے قانون کو زیر غور لانے کا فیصلہ کیا ہے جس سے پریس کی وہ آزادیاں جن سے ملک تیئس سال سے محروم تھا کم از کم بحال ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ جناب والا! آپ کی اجازت سے

I now move the Bill, I now introduce the Pakistan Press and Publications (Amendment) Bill, 1986, for consideration of the Senate.

Mr. Chairman: The bill called the Pakistan Press and Publication amendment Act, 1986 stands introduced, Under Rule 82, it stands referred to the Standing Committee.

DISCUSSION ON THE RESOLUTION REGARDING CLEBRATION OF LABOUR DAY (MAY DAY) ON THE DAY OF DIGGING TRENCHES IN THE BATTLE OF 'KHANDAQ'

Mr. Chairman: We move to the next item resolutions, the further discussion on the following resolution, moved by Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel on the 2nd of February, 1986.

"The Senate recommends that to commemorate the dignity of lobour, the country should observe the day on which the Holy Prophet (Peace be upon Him) participated in person in digging of trenches on the occasion of the battle of Khandaq as the labour day instead of the 1st of May, as at present".

There is an amendment moved by Maulana Kausar Niazi to this resolution. I will read that out. The Senator, Maulana Kausar

Niazi has given notice of the following amendment to the Resolution of the Senator Abdur Rahim Mir Dad Khel.

"This House recommends to the Government of Pakistan to put up a proposal for the consideration of the OIC that '*Yom-i-Khandaq*' be celebrated as the dignity of labour day every year at the level of the World of Islam."

مولانا کوثر نیازی صاحب۔

before we come to the discussion of the Main Resolution.

پہلے امنڈمنٹ کو ڈسپوز آف کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین: آپ اگر اس کی وضاحت کرنا چاہیں تو کر دیں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! اوریجنل ریزولیوشن پر میں اس دن اپنی گزارشات پیش کر چکا ہوں۔ ان کا اعادہ نہیں کروں گا صرف اتنا عرض کروں گا کہ اصل ریزولیوشن میں یوم مئی کی مخالفت کر کے مسئلے کو الجھا دیا گیا ہے۔ یوم مئی بھی اصل میں مزدوروں کے حقوق کا دن ہے اور اس کا کسی مذہب سے یا کسی مخصوص لادینی فلسفے سے کوئی تعلق نہیں آپ نے اس دن ازراہ کرم ارشاد فرمایا تھا اور چونکہ وہ آپ کی رولنگ نہ تھی اس لئے میں یہ گستاخی کر رہا ہوں۔ آپ نے ریڈ کریسنٹ اور ریڈ کراس کا حوالہ دیا ہے کہ ریڈ کراس کو ریڈ کریسنٹ سے بدل دیا گیا۔ ریڈ کراس کو بدلنے میں پھر مذہب involve تھا کیونکہ کراس ایک مخصوص مذہب کا مخصوص نشان ہے اور اس کو بدلنا ہمارے عقیدے کی رو سے لازم ہے لیکن یوم مئی میں ایسی کوئی بات نہیں یہ کیمونزم سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا۔ یہ روس میں بھی شروع نہیں ہوا۔ یہ عالمی پیمانے پر مزدوروں کے حقوق کے استحصال کے خلاف آواز بلند کرنے کے مترادف ہے اور ہمیں اس کی خواہ مخواہ مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔ جس سے ہم مزدوروں کی عالمی تحریک کی بیجا مزاحمت کریں گے۔ رہی یہ بات کہ یوم خندق کو یوم عظمت مزدور کی حیثیت سے منایا جائے تو اس جذبے سے مجھے انکار نہیں ہے جس جذبے سے یہ قرارداد پیش کی گئی ہے میں اس کی تحسین کرتا ہوں لیکن اس دن بھی میں نے اپنی reservation عرض کر دی تھی کہ اس کے شرعی پہلوؤں پر غور و خوض کی ضرورت ہے اور پھر جیسا کہ اس دن آپ نے خود ارشاد فرمایا اگر پاکستان میں ہم ایسا کرنا شروع بھی کر دیں اور عالم اسلام ہمارا اس میں ساتھ نہ دے تو یہ تحریک کوئی کامیاب تحریک نہ ہوگی اس لئے میں نے یہ ترمیم پیش کی ہے کہ

اوآئی سی کو کہا جائے کہ وہ اس تجویز کا جائزہ لے اس کے شرعی پہلوؤں کا بھی جائزہ لے اور ہم اسے recommend کریں کہ وہ ہر سال یوم خندق کو مزدور کی عظمت کا دن منائے اس میں یوم مئی اور دوسرے مباحث آپ سے آپ نکل جاتے ہیں اور یہ ایک غیر متنازعہ ریزولیوشن بن کر ہمارے سامنے آتا ہے اور اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ اس کی افادیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے ان الفاظ کے ساتھ میں سینٹ سے گزارش کروں گا کہ اس ترمیم کو منظور کیا جائے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ محنت کش جو ہے وہ اللہ کا دوست ہوتا ہے بلکہ حبیب اللہ کا لفظ کہا ہے اس لئے مزدور کی عظمت کو اجاگر کرنے میں نہ صرف صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بہت بڑا کردار ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک کٹا ہوا ہاتھ نظر آیا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے گزرتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر چوما کیونکہ معلوم یہ ہوا کہ یہ ایک حلال رزق کمانے والے مزدور کا ہاتھ ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی کے مطابق ہمیں اپنی زندگی گزارنا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہمیں چلنا ہے۔

جناب چیئرمین: میں آپ کو disturb کرنا نہیں چاہتا لیکن اگر آپ مولانا کوثر نیازی صاحب کی ترمیم پر بولیں تو مناسب ہے کیوں کہ پہلے ترمیم dispose off ہو جائے تو اس قرارداد پر دوبارہ بحث شروع ہو سکتی ہے فی الحال مسئلہ ترمیم کا ہے اس لئے اس ترمیم پر اظہار خیال فرمائیں۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: میں مولانا کوثر نیازی صاحب کی ترمیم کی تائید کرتا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ اس کار خیر میں صرف میرا ہی نام ہو۔ اس کار خیر میں' میں مولانا کوثر نیازی صاحب کو بھی شریک کرتا ہوں اور میں اس تجویز کی تائید کرتا ہوں۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے سیشن میں آپ کا یہ بڑا اوریجنل آئیڈیا تھا کہ ہم ایک طرف اس ریزولیوشن کو قبول بھی کر لیں اور دوسری طرف یہ ایک ایسی شکل اختیار کر لے کہ جس میں اگر یہ کامیاب ہوتا ہے تو پھر کوئی معقول چیز بنے گی اور پاکستان اس کو صرف اپنے طور پر نہ کرے میری تجویز دراصل یہ ہے کہ محترم کوثر نیازی صاحب نے جس طرح ابھی اپنی ترمیم کو introduce کیا ہے اس پر مجھے تھوڑی سی

reservation, ہے میرا خیال دراصل یہ تھا کہ دونوں قرار دادوں کو ختم کر دیا جائے جس طرح آپ اس دن کہہ رہے تھے اور وہی صحیح چیز ہے کہ رحیم داد صاحب کا ریزولیوشن جو ہے وہ precise ہے اور سفارش وہ ہے جو کہ کوثر نیازی صاحب نے کی ہے تو اس طرح ان دونوں کی شادی اگر آپ کر دیں تو یہ شاید ضرورت پوری کر دے۔

جناب چیئرمین: یہی ایکسر سائز دراصل میں کر رہا ہوں۔

پروفیسر خورشید احمد: وہ آپ کر لیں اور چیئر کی طرف سے وہ آ جائے تاکہ ہم سب اس کو متفقہ طور پر قبول کر لیں۔

جناب ارشاد محمد خان: جناب والا! اس ترمیم پر مجھے کوئی خاص اعتراض نہیں ہے بہرکیف مطلب دونوں کا ایک ہے کہ مزدور کی عظمت کے لئے یہ دن منانا چاہئے اور ضرور منانا چاہئے اگر اسے اسلامی رنگ دیا جائے چونکہ یہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے تو اس میں کیا قباحت ہے کہ اس طرح من و عن یکم مئی کو یہ دن منایا جائے اور یکم مئی کی چھٹی نہ دی جائے تاکہ یہ تاثر نہ ہو کہ کیمونزم کا پرچار ہو رہا ہے یا کیا ہو رہا ہے۔ لہٰذا اگر یہ ترمیم منظور کی جائے تو اس طرح ہو جائے کہ یوم مئی کو بھی یوم خندق منا کر اس محنت کی عظمت کے دن کو منایا جائے میری یہ تجویز ہے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں ہاؤس کو اس میں میری مدد کرنا ہو گی اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں کو اکٹھا کیا جائے تو یوم خندق الگ دن ہو گا اس کا جو طریق کار ہے اس کو آپ گریگورین کیلنڈر سے تو reckon نہیں کر سکتے اس کے لئے تو اسلامی کیلنڈر کے مطابق تعین کرنا پڑے گا۔ اور وہ دن یکم مئی سے مختلف ہو گا یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں ایک ہی دن پر ہوں یہ ایک دقت اس میں ہے دونوں کو ملانے سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! یہ اس طرح ہو گا کہ سینٹ سفارش کرتی ہے کہ موجودہ یکم مئی کی بجائے محنت کی عظمت کی یاد اس دن منائی جائے جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر بہ نفس نفیس خندق کھودنے میں حصہ لیا تھا۔ اور سفارش کرتا ہے کہ حکومت پاکستان اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے غور کے لئے تجویز پیش کرے کہ یوم خندق کو دنیائے اسلام میں ہر بار محنت کی عظمت کے دن کے طور پر منایا جائے۔

جناب چیئرمین: میں کچھ اس طریقے پر سوچ رہا تھا subject to correction.

The Senate is of the opinion that to commemorate the dignity of labour, the country should observe the day on which the Holy Prophet

(Peace be upon Him) participated in person in digging of trenches on the occasion of the battle of *'Khandaq'* as the dignity of the labour day and recommends to the OIC that this day may be observed at the *'Ummah'* level.

کیا یہ ٹھیک ہے؟

میر نواز خان مروت (وزیر مملکت برائے انصاف و پارلیمانی امور): مزدوروں کا عالمی دن جو یکم مئی کو منایا جاتا ہے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے یوم خندق، محنت کی عظمت، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ مسلسل محنت و مشقت پر ہیں اور وہ صحیح ہیں اس کے علاوہ سفارش کی جاتی ہے یہ ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: اور یہ ضروری نہیں کہ اس دن چھٹی ہو یعنی ضروری نہیں کہ اس دن آپ چھٹی کریں دن ایسے بھی منائے جا سکتے ہیں چھٹی کے بغیر بھی منائے جا سکتے ہیں۔

So the question is:

> "That the resolution moved by Senator, Abdur-Rahim Mir Dad Khel, as amended by Maulana Kausar Niazi as further amended by the Chair with consensus of the House be adopted.

(The Motion was adopted)

Mr. Chairman : The resolution as amended is unanimously adopted.

میر نواز خان مروت: جناب والا! وہ لفظ "شادی" جو پروفیسر صاحب نے استعمال کیا تھا کہ دونوں میں امتزاج پیدا کیا جائے وہ اگر ذرا چینج کیا جائے تو بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین: انگریزی idiom میں دونوں ideas کو marry کرنا ہے

میر نواز خان مروت: وہ امتزاج جو ہے میں سمجھ رہا ہوں۔ تھوڑی بہت اردو میں بھی جانتا ہوں لیکن ہر چیز کے لئے شادی اور شادیانے الگ چیز ہے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: شادی ہو تو پھر شادیانے کی بھی ضرورت ہے۔

میر نواز خان مروت: شادیانے میں میم ہو جائے تو وہ بڑا خطرناک ہے۔

RESOLUTION *RE*: SALE TO RESIDENTIAL QUARTERS TO THE ALLOTEES IN ISLAMABAD

Mr. Chairman : We take up the next item. Item No. 1 —Maulana Kausar Niazi has to move the following resolution.

This House is of the opinion that the Government residential quarters in G-6, Islamabad which are presently in dilapidated condition may be sold to their occupants *i.e.* Government servants on ownership basis.

مولانا کوثر نیازی صاحب آپ اپنے ریزولیوشن کو move کریں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! آپ نے اسے پڑھ دیا۔ میں دوبارہ اسے پڑھتا ہوں۔ اس ایوان کی رائے ہے کہ G-6 ۔ اسلام آباد میں حکومت کے رہائشی کوارٹرز جو اس وقت خستہ حالت میں ہیں، سرکاری ملازمین کو مالکانہ حقوق پر فروخت کر دیئے جائیں جوان میں رہائش پذیر ہیں۔

جناب چیئرمین: حکومت کی طرف سے مجھے یہ استدعا موصول ہوئی ہے چونکہ وزیر متعلقہ یہاں پر موجود نہیں ہیں کسی اور ضروری کام سے باہر ہیں آپ نے move تو کر دیا ہے اگلا پرائیویٹ ممبرز ڈے جب ہو گا تو اس پر یہ آجائے گا، آپ کو منظور ہے؟

مولانا کوثر نیازی: منظور ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ! move کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ دوبارہ بیلٹ میں نہیں جائے گا سیدھا آئے گا۔ لیکن بحث اس دن شروع ہو گی جب وزیر متعلقہ بھی موجود ہوں گے۔ آئیٹم نمبر ۹۔ وہ تو ہیں نہیں،

پروفیسر خورشید احمد: جاوید جبار صاحب نہیں ہیں کیا رول میں کوئی گنجائش ہے ان کی جگہ کوئی اور move کر سکے۔

جناب چیئرمین: اس ریزولیوشن کو انہوں نے withdraw کیا ہے انہوں نے ایک دوسرا ریزولیوشن داخل کیا ہے جو کہ بیلٹ کے لئے ابھی تک نہیں آیا۔

پروفیسر خورشید احمد: اگر وہ withdraw کر چکے ہیں تو الگ بات ہے۔

جناب چیئرمین: یہ withdraw کر چکے ہیں اسی نوعیت کا ایک اور ریزولیوشن چند امنڈ منٹس کے ساتھ آیا ہے۔ لیکن بیلٹ چونکہ پانچ دن پہلے نکالا جاتا ہے۔ وہ اس میں شامل نہیں

ہوسکا۔ آئندہ پرائیویٹ ممبرز ڈے کے لئے وہ بیلٹ میں شامل کیا جائے گا۔

Next No. 10 Amir Abdullah Khan Rokari to move the following resoultion :

ریزولیوشن کو کوئی دوسرے صاحب move کریں یعنی اگر رولز اجازت بھی دیں۔ کیونکہ ریزولیوشن ایک ایسی چیز ہے کہ جو mover ہے کم سے کم وہ تو موجود ہو' اور اس کو اتنا interest ہونا چاہئے۔ اب چونکہ وہ موجود نہیں ہیں تو اس کو ڈراپ کر دیتے ہیں۔

RESOLUTION *RE*: CELEBRATION OF INDEPENDENCE DAY ON 27TH OF RAMADHAN

Next—Maulana Kausar Niazi Sahib to move his resolution.

This House is of the opinion that the Pakistan Independence day may be celebrated on the 27th of Ramadhan instead of the 14th of August.

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! میں اپنی قرارداد پڑھتا ہوں 'اس ایوان کی رائے ہے کہ ۱۴/اگست کی بجائے ۲۷ رمضان المبارک کو یوم آزادی پاکستان منایا جائے۔

Mr. Chairman : I think, let me repeat what you have said :

The resolution moved is :

> "That the House is of the opinion that the Pakistan Independence Day may be celebrated on the 27th of Ramadhan instead of the 14th of August."

Is it being opposed ?

Mr. Chairman : Khattak Sahib— Are you opposing it?

Mr. Muhammad Aslam Khan Khattak : Yes, Sir.

Mr. Chairman : Then let Maulana Sahib say something in explanation.

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! یہ ایک عجیب قران السعدین تھا کہ جس دن پاکستان قائم ہوا، اس دن ہجری کیلنڈر کی ۲۷ رمضان المبارک تھی اور ۲۷ رمضان المبارک کو اسلامی تقویم میں یہ اہمیت حاصل ہے کہ مقبول عام عقیدے کے مطابق جلیل القدر علماء آئمہ اور مفسرین کے نزدیک یہی وہ مبارک دن ہے۔ جس میں قرآن حکیم نازل ہوا، گویا نزول قرآن کے دن پاکستان کا قائم ہونا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ پاکستان اور قرآن دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا ۲۷/ رمضان کی یہ اہمیت بھی ہے کہ اسی تاریخ کی مبارک رات کو لیلۃ القدر مانا جاتا ہے اور اس کی رات کو ہزار مہینے سے زیادہ افضل اور زیادہ بزرگ اور برتر خود قرآن حکیم نے اشارہ فرمایا۔

جناب چیئرمین! جس طرح زندگی کے اور بہت سے میدانوں میں انگریز کی نقالی کی، اس کے کیلنڈر کو اپنایا، اور ہم اس کے نقش قدم پر چلے اسی طرح ہم نے بدقسمتی سے یوم آزادی منانے کی ضمن میں بھی ۲۷/ رمضان المبارک کے مقدس دن کو چھوڑ کر ۱۴/ اگست کا دن اختیار کر لیا، حالانکہ ہم ۲۷/ رمضان المبارک کا دن اختیار کرتے، تو اس سے پاکستان کی آزادی کا وہ فلسفہ بھی ہر سال آپ سے آپ ہمارے سامنے آتا، جو ۲۷/ رمضان کو پاکستان بننے میں پوشیدہ ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں غیر ضروری اخراجات بھی اجتماعات پر نہ کرنے پڑتے، کیونکہ یہ وہ مقدس دن ہے جس میں مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں عبادات کرتے ہیں اور یہ دن آپ سے آپ یوم آزادی بھی بنتا، یوم دعا بھی بنتا، یوم نزول قرآن بھی بنتا اور ایسا نہ ہوتا کہ ہمیں خواہ مخواہ سکولوں میں سے بچوں کو اٹھا اٹھا کر لانا پڑتا، اور ان کے مظاہرے کرا کے ہم یہ ثابت کرتے کہ آج یوم آزادی ایک مصنوعی طریقے سے منایا جا رہا ہے۔ ایک آرٹیفیشل طریقے سے یوم آزادی منانے کا جو ہم نے اب تک بیڑہ اٹھایا ہے۔ اس زحمت سے آپ سے آپ بچ جاتے۔

میں نے جو تجویز پیش کی ہے۔ جناب چیئرمین! اس میں کوئی غیر ضروری تکلیف نہیں ہے۔ اس میں حکومت کے اخراجات زیادہ involve نہیں ہوتے ہیں۔ اس میں حکومت کو کوئی تکلیف گوارا نہیں کرنی پڑتی، یہ دو دن ایک ۱۴/ اگست کا ایک ۲۷ رمضان کا بیک وقت ان دو دنوں میں پاکستان قائم ہوا، انگریزی کیلنڈر کی تاریخ ۱۴/ اگست تھی، اور اسلامی کلینڈر کی ۲۷/ رمضان۔ اب جب کہ ہم اسلام کی طرف پیش رفت کرنے کے دعویدار ہیں اور یہ حکومت جس کا اوڑھنا بچھونا ہی اس حکومت کے وزراء اور اس حکومت کے صدر اعظم کے نزدیک اسلام ہے اس کو تو کبھی بھی اس تجویز کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ

حکومت تو خاص طور پر اسلام کی علمبردار بننے کی دعویدار ہے۔ اس لئے جناب چیئرمین! میں نے یہ تجویز سینٹ کے اراکین کے سامنے رکھی ہے کہ وہ اس کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ دونوں دنوں میں سے کس دن یوم آزادی منانے سے ہمارے اسلامی ہمارے ملی جذبات پورے ہوتے ہیں۔ کس دن ہم رحمت خدواندی سے زیادہ قریب تر ہوتے ہیں۔ کس دن ہمیں قرآن حکیم سے زیادہ وابستگی ہوتی ہے اور کون سا دن ہے عوامی لحاظ سے جو زیادہ قابل قبول ہو گا' اور جس پر یہ ملت اور یہ قوم زیادہ خوشی منائے گی' ان الفاظ کے ساتھ میں ایوان سے اپیل کروں گا کہ وہ اس ریزولیوشن کو منظور کر کے اس اسلامی اور ملی جذبے کی عکاسی کرے۔ جس پر یہ ایوان قائم ہوا ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ' اور کوئی صاحب؟ جناب نواب چھتاری صاحب۔

جناب راحت سعید چھتاری: حضور والا! مجھے اس بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ پاکستان محض مسلمانوں کا ملک نہیں ہے اس میں اقلیتیں بھی بستی ہیں اور ان کے حقوق کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے لہٰذا ۱۴/ اگست کے ساتھ ساتھ ۲۷/ رمضان المبارک بھی منائی جائے لیکن ۱۴/ اگست کو ختم نہیں کیا جاسکتا وہ ہماری تاریخ کا دن ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب قاضی حسین احمد صاحب۔

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین! یوم آزادی کا جو حقیقی تقدس ہے وہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب یہ دن ۲۷/ رمضان المبارک کو منایا جائے اس طریقے سے پاکستان کی نظریاتی اساس اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائے گی اس ملک کے ساتھ جس کو لوگ اسلام کا قلعہ تصور کرتے ہیں روحانی تعلق اور بڑھ جائے گا اور جو لوگ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں اور اس کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہیں ان کے خلاف ہمیں ایک مضبوط بنیاد مل جائے گی کہ یہ اسلام کا قلعہ ہے اور اس کا ایک مذہبی تقدس ہے اور یہ ایک حسن اتفاق تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اشارہ تھا کہ ۲۷/ رمضان المبارک کو ہمیں آزادی ملتی ہے۔ اس لئے میں یہ درخواست کروں گا کہ اسے یوم آزادی قرار دیا جائے نواب چھتاری صاحب نے جس طرح دو دن منانے کی تجویز دی ہے اس سے اس لئے میں اتفاق نہیں کرتا کہ حقیقت میں یوم آزادی ایک ہی ہو سکتا ہے اور پھر اس کے بعد ۱۴/ اگست منانے کی کوئی معقول وجہ نہیں بنتی' ہمیں چاہیئے کہ ۲۷/ رمضان المبارک کا دن اپنا یوم آزادی ہونے کا اعلان کر دیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی بڑی نعمت دی اور یہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمت ہے میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس وقت کسی کے ذہن میں یہ بات تھی بھی نہیں کہ ۲۷/ رمضان المبارک کو ارادی طور پر یوم

آزادی کا اعلان کر دیا جائے ورنہ وہ اسی دن سے اعلان کر دیتے کہ ۲۷/ رمضان المبارک ہی یوم آزادی کے طور پر منایا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ایک نعمت دی گئی ہے۔ اس کی طرف لوگوں کا دھیان نہیں تھا' اس کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں تھی۔ میں کسی کے ارادے پر شک نہیں کرتا کہ انہوں نے ۲۷/ رمضان المبارک کو چھوڑ کر ۱۴/ اگست کو اپنایا ہے لیکن اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا تھا۔ اب جب توجہ دلائی گئی ہے اور ہمیں لوگوں نے متوجہ کیا ہے اس سینٹ کو متوجہ کیا ہے۔ تو یہ کفران نعمت ہو گا' اگر ہم اتنی بڑی نعمت کو مسترد کریں گے اس لئے مجھے کوثر نیازی صاحب کی اس قرارداد سے اتفاق ہے اور اس کی پر زور تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب جوگیزئی صاحب

نواب زادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: اسلامی کیلنڈر قمری کیلنڈر ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے۔ ہماری عیدیں' رمضان شریف بھی اسی قمری سال سے وابستہ ہیں۔ جہاں تک نواب صاحب نے اعتراض کیا۔ عیسائیوں کا عید کا دن بھی پاکستان میں منایا جاتا ہے۔ ہندوؤں کی دیوالی بھی منائی جاتی ہے ان کے مذہبی تہواروں پر کوئی قدغن نہیں ہے چونکہ انگریزوں نے اس ملک پر حکومت کی ہے اس لئے ہماری عادات واطوار ہمارا کلچر کچھ گڈمڈ ہو گئے ہیں اب جب کہ ہم اپنا تشخص مقرر کر چکے ہیں اور اسی تشخص کی بنا پر ہم نے ہندوستان سے آزادی حاصل کی ہے تو پھر یہ ہمارے لئے اچھی بات نہیں ہے کہ اس تشخص کے ساتھ ہم کسی اور کے کیلنڈروں کے مطابق اپنا یوم آزادی منائیں یا منانے کی کوشش کریں۔

میں کوثر نیازی کو اس بات پر مبارک باد دیتا ہوں کہ دراصل یہ مسلمانوں کا صرف مقدس دن ہی نہیں ہے بلکہ یہ وہ دن ہے جس دن قرآن اس دنیا پر اترا ہے۔ ہمارے تمام سلسلے اسی سے وابستہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ شب قدر بھی اسی رات کو ہوتی ہے' تو کیوں نہ ہم اپنے آزادی کے دن کو عید کی طرح اسی قمری مہینے سے وابستہ کر دیں' جو ہمارا اسلامی سال ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں کوثر نیازی کی اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ کسی اور مذہب کی کوئی حق تلفی نہیں ہوتی ان کے مذہبی تہواروں پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے' چونکہ اکثریت مسلمانوں کی ہے آزادی اسلام کے نام پر لی گئی ہے اس طرح سے ہمیں یہ دن مناسب معلوم ہوتا ہے برکت والا دن ہے دعائیں ہوں گی اس میں جیسے انہوں نے دلائل دئے تھے میں ان سے اتفاق کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب میرداد خیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ○ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم نازل ہوا۔ اسی مناسبت سے ہم قرآن کی روشنی میں یہ بات چاہتے ہیں کہ پاکستان کا مقصد یہی تھا کہ اس میں لاالہ الااللہ کا نظام چلے گا۔ تو اس تجویز اور اس قرارداد کی مخالفت کرنا نہایت ہی نامعقول بات ہوگی۔ میں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں مولانا کوثر نیازی صاحب کی اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں بھی چاہتا ہوں کہ اس مسئلے پہ مختصراً اپنے خیالات پیش کروں میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی مبارک تجویز ہے جو سینٹ میں آئی ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۴/ اگست اور ۲۷/ رمضان المبارک کے اس اجتماع پر بڑے ایمان افروز انداز میں امت کو متوجہ کیا تھا اور اس کے بعد شروع کی دو تین سال تک کراچی میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۲۷/ رمضان کو قیام پاکستان کے اس پہلو کو اجاگر کیا جاتا تھا۔ میری نگاہ میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علامت اور نشانی ہے کہ پاکستان کا قیام اس دن واقع ہوا اور یہ ہم سے بڑا سہو ہوا کہ باوجود ہمارے بزرگوں نے اس طرف متوجہ کیا تھا میں نے کہا کہ شبیر احمد عثمانی ، مفتی شفیع ، مولانا احتشام الحق تھانوی اس کے بعد حکیم سعید۔ یہ تمام لوگ تھے یہ بات آن دی ریکارڈ موجود ہیں کہ انہوں نے بار بار اس طرف متوجہ کیا لیکن غالباً ہم مختلف وجوہ سے اس طرف نہیں آسکے اب اس کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔

اس میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ پچھلے دنوں حکومت نے یعنی پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر ایک بڑا اہم قدم اٹھایا تھا اور وہ یہ تھا کہ ہجری سن بھی ہجری تاریخیں بھی ہمارے سرکاری خط و کتابت کے اندر استعمال ہوں۔ یہ ہماری طرف سے بڑا اہم contribution رہا ہے جس میں ہم نے اپنے آپ کو پوری امت مسلمہ سے associate کیا ہے اور اس طرح ہم نے ہجری سن کو پاکستان میں جو رواج دیا ہے اس کا دوسرا منطقی step یہ ہے کہ ہم یوم پاکستان اس اصل دن پر منائیں جس کی ایک غیر معمولی دینی اور تاریخی اہمیت ہے۔

میں اسی سلسلے میں ایک اور بات عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن پاک کے جہاں کئی contribution ہیں وہاں سیاسی حیثیت سے یہ غیر معمولی contribution ہے کہ اس نے ریاست کو کچھ دوسری بنیادوں پر قائم کرنے کا تصور دیا۔ مدینہ کی اسلامی ریاست

مدینہ کی طرف حضورؐ کی ہجرت ہماری تاریخ کا آغاز ہے اسی لئے اسلام جس مقصد سے آیا تھا وہ خدا کی زمین پر خدا کی حکومت اور قانون کو جاری وساری کرنا اور دنیا کے مروجہ تصورات کو چیلنج کرنا ہے اس دور کے بنیادی تصورات میں آپ کو یہ ملے گا کہ اجتماعی زندگی کے لئے دو ہی بنیادیں تھیں۔ یا خون یا زمین ' ریس یا ٹیریٹری۔ کچھ دوسرے مذاہب جو ریس اور بلڈ کی بنیاد پر انسانی اجتماع کو منظّم کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں ٹیریٹری کی بنیاد پر حتیٰ کہ اہل عرب بھی ٹیریٹری کی بنیاد پر یہ چیز کرتے تھے۔ اسلام نے دونوں تصورات کو چیلنج کیا۔ اسلام نے کہا تم امت بنتے ہو تو ایک عقیدے کی بنیاد پر ایمان کی بنیاد پر دین کی بنیاد پر تاکہ کہیں کسی ٹیریٹری کے تصور کا کوئی شائبہ باقی نہ رہ جائے اس لئے مکہ مکرمہ میں اسلامی ریاست قائم نہ ہوئی۔ بلکہ اسلامی ریاست کے قیام کے لئے مسلمانوں نے اپنے پیدائشی گھر ' اپنے وطن کو چھوڑا ' ترک وطن اسلامی ریاست کے قیام کی بنیاد بنا۔ اسلامی نمونہ اور اسلامی ماڈل جو ہے وہ بلڈ اور ریس کی بنا پر اجتماع کا وجود اور ٹریٹری کی بنیاد پر معاشرے اور ریاست کا وجود ان دونوں کے خلاف ایک چیلنج ہے۔

مدینہ میں جو ریاست قائم ہوئی اس کی بنیاد قرآن ہے اس نے دنیا کے سامنے نظریاتی ریاست کا دین پر مبنی ریاست کا تصور پیش کیا۔ اگر آپ دور حاضر کی جاہلیت کا جائزہ لیں۔ تو یہاں بھی آپ کو یہی دو بت نظر آئیں گے۔ ایک ریس ڈارون ازم کی بنیاد پر ' نازی ازم کی بنیاد پر ' فاشزم کی بنیاد پر جہاں بلیو بلڈ کی بنیاد پر انسانی اجتماع کی برتری کا تصور دیا گیا ہے۔ دوسرا ٹریٹوریل نیشنل ازم ' کہ جہاں محض زمین کی بنیاد پر قومیت کا سہارا لیا گیا ہے۔ پاکستان کا تصور ان دونوں جدید جاہلانہ تصورات کے لئے چیلنج ہے۔ دو قومی نظریئے کی بنیاد ہی یہ تھی کہ وہ تمام افراد جو برصغیر میں رہتے ہیں وہ ایک قوم نہیں ہیں۔ ہمیں جو چیز قوم بناتی ہے وہ ہمارا ایمان ' ہمارا نظریہ ' ہمارا عقیدہ اور اس کی بنیاد پر رونما ہونے والا ہمارا تمدن ہماری معاشرت ہمارے قوانین ہمارا اخلاق ہیں۔ ہمیں دراصل اس تصور نے چیلنج کیا ' اس میں ایک بڑی چیز ہے کہ مدینہ کی ریاست اس طرح قائم ہوئی اور وہاں براہ راست قرآن نے اپنا کردار ادا کیا۔

آج کے دور میں اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے مسلمانوں کو یہ سعادت بخشی کہ انہوں نے پھر اس دور کی بڑی جاہلیتوں کو چیلنج کیا۔ اور ریس اور ٹیریٹوریل نیشنل ازم دونوں کے مقابلے میں ایک نظریہ کی بنیاد پر ایک ریاست قائم کی اور میری نگاہ میں یہی دراصل وہ سپرٹ تھی وہ اصل مقصد تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ معجزہ دکھایا کہ جس دن ہمیں آزادی ملی وہ ۲۷/ رمضان المبارک کا دن تھا ' وہ یوم نزول قرآن تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نے اس پر سے نظر ہٹالی تھی۔ آج جبکہ آپ نے ہجری سن کر دوبارہ رائج کیا آج جبکہ آپ نے دوبارہ اس منزل کی

طرف جانے کا عہد کیا ہے ہم تو چودہ اگست کو بھی بھول گئے ہیں وہ بھی ایک بھولی بسری یاد بن کر رہ گیا تھا لیکن یوم آزادی کو بھی ہم نے دوبارہ بحال کیا۔ ان حالات کا میں سمجھتا ہوں فطری اور لازمی تقاضا ہے کہ ہم قدم آگے بڑھائیں اور وہ قدم یہ ہے کہ ۲۷/ رمضان المبارک کو یوم آزادی منایا جائے۔ اس طرح ہمارا نظریاتی تشخص وہ تاریخی کنٹر یبیو شن جو پاکستان کو دور جدید میں کرنا ہے اور جسے ہم بھولے ہوئے ہیں اور جس کی وجہ سے ہمارے ہاں regionalism and secessionalsim وجود میں آیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے دراصل ۲۷/ رمضان المبارک پاکستان کے وجود نے جس بنیاد کو جس نظریئے کو جس رخ کو متعین کیا تھا ہم نے اس نظریئے کو اوجھل کر دیا۔ آیئے دوبارہ اپنی منزل کو سمجھیں آیئے اپنی توجہ کو دوبارہ قرآن پر لگائیں قرآن نے جو انقلاب مدینہ کے ماڈل کے ذریعے سے پوری دنیا میں پیش کیا آج پھر ہمیں اسی کا امین بننا ہے اسی پیغام کو لے کر چلنا ہے اور اس کے لئے ایک بڑا مناسب اور صحیح قدم یہ ہے کہ ہم اپنا یوم آزادی ۲۷/ رمضان المبارک کو منائیں ان الفاظ کے ساتھ میں اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب شاد محمد خان صاحب۔

جناب شاد محمد خان: جناب چیئرمین! مولانا کوثر نیازی کی پیش کردہ یہ قرار داد نہایت احسن ہے اس لئے کہ جناب والا! پاکستان میں یہ غلغلہ اٹھ رہا ہے کہ یہاں اسلامی نظام کے بارے میں پیش رفت ہو رہی ہے اور نواں ترمیمی بل بھی پیش ہو کر پاس ہونے والا ہے جس میں یہ واضح تصریح کی گئی ہے کہ کوئی بھی قانون اور کوئی بھی ایسی چیز پاکستان میں اسلامی شریعت کے خلاف نہیں ہوگی' جناب والا! اس سے پاکستان کی حکومت کو لاکھوں روپے کی بچت بھی ہو گی اس لئے کہ ۱۴/ اگست کو جو اہتمام کیا جاتا ہے اس پر لاکھوں روپیہ جو خرچ ہوتا ہے اور سارا دن خوشیاں منانے میں صرف ہوتا ہے وہ دن ۲۷/ رمضان المبارک کو منایا جائے گا اس لئے کہ شبینہ کی رات ہوتی ہے اور ساری رات جاگ کر قوم کو دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت ہمیں دی ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس رات عبادت کریں۔

جناب والا ایک بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں حکومت کو یہ اہتمام کرنا پڑے گا اور سختی سے اس پر کاربند ہونا پڑے گا کہ ۲۷/ رمضان پورے ملک میں ایک مقررہ دن کو ہی منایا جائے اور عید بھی ایک مقررہ دن کو ہو۔ ایسا نہ ہو کہ پاکستان میں ۲۷/ رمضان کسی ایک دن منایا جائے اور کسی دوسری جگہ دوسرے دن' یہ اہتمام گورنمنٹ کو کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین: جناب قاضی عبداللطیف صاحب۔

قاضی عبداللطیف: جناب والا! میں جناب کوثر نیازی صاحب کی اس قرارداد کی تائید چند وجوہات کی بنا پر کرتا ہوں۔ اسلام ایک فطری نظام زندگی ہے، چاہے کوئی پہاڑوں میں رہنے والا ہو، چاہے جزائر میں رہنے والا ہو، چاہے، جنگلات میں رہنے والا ہو، چاہے آبادیوں میں رہنے والا ہو، تمام کے لئے یہ یکساں ہے اور اس نے ہمیشہ ایسا طریقہ کار اختیار کیا ہے جس سے تمام سہولت میسر ہو اور بڑی آسانی سے وہ اس پر عمل پیرا ہو سکیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے بعض عبادات کو شمسی کی بجائے قمری نظام سے مربوط کیا ہے "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو اسے چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے "الحج اشهر معلومت" حج کے لئے مہینے معین ہیں جو معلوم ہیں شمسی نظام اس وقت بھی رائج تھا۔ جو لوگ اپنے آپ کو اس وقت ترقی یافتہ سمجھتے تھے تو ان کے ہاں یہ نظام اس وقت بھی رائج تھا لیکن اس کے باوجود بھی اسلام نے اور قرآن کریم نے اپنی عبادات اور اپنے معمولات کا جو نظام مرتب کیا ہے وہ قمری نظام ہے شمسی نظام نہیں۔ اس لئے کہ اگر آپ شمسی نظام رکھتے ہیں تو جو لوگ جنگلات میں رہتے ہیں جزائر میں رہتے ہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتے ہیں ان کے پاس آپ کی جنتریاں نہیں پہنچتیں وہ ان حسابات کو مکمل طریقے سے نہیں بنا سکتے۔ لیکن اگر آپ اس کو قمری نظام سے منسلک کر دیتے ہیں تو اس سے جہاں کہیں کا بھی کوئی رہنے والا ہو اور اس نظریہ کا قائل ہو تو اس کے لئے اس دن کا منانا بہت آسان ہو جائے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش بھی کروں گا جس طریقے سے انہوں نے فرمایا کہ یہ کچھ اور لوگوں کا وضع کردہ نظام ہے اس کی بجائے ہمیں اپنا نظام ہی چاہئے تو میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر عرض کروں گا

آفتاب استی یکے در خود نگر
از نجوم دیگراں تابے مخر

بس اتنی گزارش ہے میری ان الفاظ کے ساتھ میں ان کی تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جناب محمد علی خان صاحب۔

جناب محمد علی خان: جناب چیئرمین! میں حضرت مولانا کوثر نیازی صاحب کا انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے یہ قرارداد اس ایوان میں پیش کی اگر اس موقع پر میں خاموشی اختیار کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں یقیناً کارکنان تحریک پاکستان کے ساتھ بہت زیادتی کروں گا۔ کیونکہ میں بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتا ہوں اور میں بلاخوف و تردید آج یہ کہہ سکتا ہوں کہ

اس ایوان میں مجھ سے سینئر فریڈم فائٹر اور کوئی نہیں ہے جناب والا! ہم نے حضرت قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اس ملک کو اسلام کے نام پر حاصل کیا۔ آج کل جو لوگ بھی اس کی نئی نئی تاویلات کرتے ہیں وہ ان کی طرف سے اختراع ہے یہ ملک صرف اسلام اور اسلام ہی کے نام پر قائم ہوا ہے۔ اسی رشتے کی وجہ سے یہ قائم رہ سکے گا۔

جناب والا! چونکہ ہم نے اس ملک کو اسلام کے نام پر قائم کیا اور خوش قسمتی ہماری یہ تھی کہ وہ رمضان کا متبرک مہینہ تھا اور پھر ۲۷/ رمضان المبارک جو ہے وہ چند مبارک ترین دنوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی مبارک دن کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ متفرق اور متعدد میٹنگوں اور جلسوں میں ہم نے یہ قرار دادیں پاس کی ہیں لیکن کہیں بھی ہماری شنوائی نہیں ہوئی اور نہ کسی نے ہماری بات پر کان دھرا اور نہ اس پر کسی نے عمل در آمد کیا لیکن آج جب اس معزز ایوان میں یہ چیز پیش ہوئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً اس پر کارروائی ہو گی اور جزوی کارروائی نہیں ہوگی بلکہ مکمل کارروائی ہو گی کہ یوم آزادی ۱۴ر اگست کی جگہ ۲۷ر رمضان المبارک کو منایا جائے اور اسی دن "پاکستان ڈے" مقرر کیا جائے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت مولانا صاحب کی اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: چوہدری طارق صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری: جناب چیئرمین! میں مولانا کوثر نیازی صاحب کی اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں اس لئے کہ تحریک پاکستان کی کامیابی کا تمام تر دارومدار اسی مذہبی جوش اور اسلامی فلسفہ کا رہین منت ہے۔ ویسے بھی ۲۷/ رمضان المبارک کو اسلامی تاریخ میں انتہائی محترم اور تقدس کا مقام حاصل ہے اور اگر ہم ۱۴ر اگست کی بجائے اپنا یوم آزادی ۲۷ر رمضان المبارک کو منائیں تو اس خوشی میں ایک ھلٹر بازی کی بجائے ایک خاص طرح کا تقدس حاصل ہو گا میرا یہ خیال ہے کہ مولانا کوثر نیازی کی یہ تجویز نہایت احسن ہے اور یہ ایوان اسے متفقہ طور پر منظور کر لے گا۔

جناب چیئرمین: جناب عنایت خان صاحب۔

نواب زادہ عنایت خان جناب چیئرمین صاحب! مجھے کوثر نیازی صاحب کی تجویز سے اتفاق ہے لیکن اس کے ساتھ چند اور گذارشات بھی کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ ہم تمام جو پاکستان کے باشندے ہیں اور ہر صبح شام یہی کہتے ہیں کہ ہم اس ملک میں اسلام لانا چاہتے ہیں اور

[Nawabzada Anayat Khan]

یہ ایک اسلامی مملکت ہے اور یہ ملک اسلام کے نظریئے پر بنا ہے ہمارے جو قبائلی لوگ ہیں اس سے زیادہ آگے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ ابھی تک یہ چیزیں جو ہم یہاں اٹھاتے ہیں ہمیں اس سے زیادہ آگے جانے کی ضرورت ہے۔ مثلاً کہ یہ مسلمانوں کا فلاں دن ہے۔ اس کو مقرر کرو۔ فلاں یہ ہے اس کو مقرر کرو۔ اس سے ہمیں شاید اتنی زیادہ کامیابی حاصل نہ ہو۔ ہمیں یہ چاہئے کہ ہم اس سے آگے جائیں اس لئے کہ ہمارا دین ایک مکمل دین ہے اور اس میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید ایک مکمل کتاب ہے تو پھر کون سی ایسی چیز ہے جو ہمارے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے اور ہم اس کو ختم نہیں کر سکتے۔ یہ دن جو ہم مقرر کرتے ہیں یہ تو ایسا ہے کہ روزے کے وقت ایک آدمی روزہ نہیں رکھتا تھا نماز بھی نہیں پڑھتا تھا تراویح بھی نہیں پڑھتا تھا لیکن سحری کے وقت اٹھتا تھا سحری کا کھانا باقاعدہ کھاتا تھا تو ایک دن اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ تم کچھ نہیں کرتے ہو تو یہ سحری کے وقت کیوں اٹھتے ہو تو اس نے کہا کہ میں اتنا گناہ گار بھی نہیں ہوں۔ ایک چیز تو مجھے پکڑنی چاہئے تو سحری میں نے پکڑ لی ہے اس لئے کہ دن کے وقت گرم روٹی اس کو نہیں ملتی تھی تو ایسی چیزوں سے ہم میں یہ چیز نہیں آسکتی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ یہ خندق کا دن جو ہے وہ ہم لیبر ڈے منائیں۔ ہم یہ چیز فلاں چیز کے ساتھ ملائیں۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مکمل اسلام کیوں نہیں لاتے ہو کیوں کہ اس میں پھر سب چیزیں آجائیں گی۔ اور باقی میرا ان کے ساتھ اتفاق ہے کہ چلو قدم بہ قدم شاید ہم آگے بڑھ جائیں۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اب وزیر داخلہ صاحب رہ گئے ہیں تائید یا اپوز کرنے کے لئے۔

جناب محمد اسلم خان خٹک: جناب والا! اتنے علمائے کرام کے فتاوے سن کر جناب والا! میرے خیال میں بھی نہیں آتا کہ میں ایسے فتاووں کو اپوز کروں۔ بہرصورت صرف میری یہ گذارش ہے کہ جس طرح ایک دوست نے فرمایا کہ ہمارے ہاں تو جب عید بھی ہوتی ہے تو گاؤں کے ایک حصے میں عید ہوتی ہے اور دوسرے حصے میں عید نہیں ہوتی۔ جناب والا! اگر یہ بھی مقرر کر دیا جائے کہ رمضان المبارک جب شروع ہو تو اس کی ابتداء بھی ایک دن سے ہو تو ٹھیک ہے۔ جناب والا! میں نے یہ دیکھا کہ مکہ معظمہ میں عید ہوتی ہے اور یہاں ہمارے روزے ہوتے ہیں۔ جناب ہم نے اپنے شہروں میں دیکھا ہے کہ آدھے شہر میں عید ہے اور آدھے شہر میں ملا صاحب نے عید کو ڈکلیئر نہیں کیا ہوا، لہٰذا میری صرف

اتنی استدعا ہے کہ یہ ۲۷ رمضان المبارک بڑا مبارک دن ہے لیکن اس تعین ایسا ہونا چاہئے کہ یہ بھی پھر بدلتا تو نہ رہے، جناب یہاں ۲۷ ہے اور دوسری جگہ میں ۲۶ ہے یا دوسری جگہ میں ۲۸ ہے تو جناب والا! سوال یہ ہے کہ چاند دیکھنے سے تم روزہ رکھو اب ایسے بھی ممالک ہیں کہ جہاں ۶ مہینے چاند نہیں دیکھا جا سکتا۔ یعنی گذارش یہ ہے آپ کی خدمت میں کہ ایسے ممالک ہیں کہ ۴ مہینے، ۶ مہینے رات ہے کہیں پر ۴ مہینے یا ۶ مہینے دن ہے یا آپ سیٹلائٹ میں پھر رہے ہیں تو وہاں ۲۴ گھنٹے دن ہے وہاں نہ ٹائم ہے نہ سپیس ہے تو جناب اجتہاد ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اگر ہاؤس کو یہ منظور ہے کہ ۲۷/ رمضان المبارک کو یوم آزادی منایا جائے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جناب میں یہ قرارداد بخوشی قبول کرتا ہوں۔

باقی رہا جناب والا! یہ ۲۳ مارچ کے ساتھ ہم کیا کریں اس کو بھی قمری شکل میں ہی بدل لیں کیوں کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو پاکستان کی قرارداد پاس ہوئی تھی۔ اب دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک بین المللی دنیا میں ہر قوم کا ایک دن مقرر ہوتا ہے۔ جو سفارتوں میں رہ چکے ہیں ان کو معلوم ہے کہ وہ ایک خاص دن معین ہوتا ہے سال میں وہ اسی دن اپنا قومی دن مناتے ہیں لیکن اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا قومی دن ہر دس دن بعد بدلے، ہر سال میں ۸ دن یا دس دن بدلتا رہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے معزز ایوان کی رائے میں نے دیکھ لی ہے اور جناب والا! میرے خیال میں کس میں اتنی جرات ہے کہ اتنے علمائے کرام فتاوے دے دیں اور وہ تقاریر کریں اور میرے جیسا گناہ گار ان کو اپوز کرے تو جناب میں بصد عجز و انکسار ان کی ریکومنڈیشن کو قبول کرتا ہوں۔

<u>مولانا کوثر نیازی</u>: جناب والا! چونکہ محترم وزیر داخلہ کی گفتگو سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اس لئے میں ایک دو گزارشات آپ کی خدمت میں کروں گا۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک رمضان اور عید کے تعین کا مسئلہ ہے تو اس کے لئے مرکزی رویت ہلال کمیٹی قائم ہے دوسری کمیٹیاں قائم ہیں اور کیا عجب کہ ۲۷/ رمضان کو یوم آزادی منانے کی برکت سے یہ اختلاف بھی ختم ہو جائے جب حکومت اتنی keeness کے ساتھ عید اور روزے کے دن کا تعین کرنے میں دلچسپی لے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رہا ریسیپشن کا مسئلہ، تو افطار سے بہتر اور ریسیپشن کیا ہو سکتا ہے کہ ہمارے سفارت خانے باہر افطار پر مدعو کریں گے اور اس دن کریں گے جس دن پاکستان میں یوم آزادی ہو گا اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کیوں کہ یوم آزادی

[Maulana Kausar Niazi]

پاکستان میں منایا جائے گا بیرونی دنیا میں نہیں۔ باقی باتیں جو انہوں نے فرمائی ہیں وہ برائے بیت ہیں ان میں ان کا جذبہ بھی وہی ہے جو آخر میں مترشح ہوا کہ انہوں نے تائید کر دی ہم اس کے لئے ان کے شکر گزار ہیں کہ اب یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین ہاؤس کو سوال پیش کرنے سے پہلے میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ ہماری یہ سب مشکلات ایک ہی چیز سے emerge ہوتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں یہ جو dichotomy ذہنوں میں ہے۔ ایک طرف تو جیسے وزیر محترم صاحب نے فرمایا ۲۳/ مارچ بھی ہے' اور ۱۴/ اگست بھی ہے' تو ۱۴/ اگست کو ۲۷/ رمضان میں تبدیل بھی کر دیں تو ۲۳ مارچ اپنی جگہ پر ہو گا' سب مسئلوں کا حل ہونا چاہئے اور اس میں اور بہت سارے مضمرات ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہر ایک کام کے لئے ہجری سن اختیار کریں تو آٹومیٹکلی اس میں ۲۳/ مارچ کا قصہ بھی ختم ہو جائے گا' اور ۱۴/ اگست والا قصہ بھی۔ ایک ہی وقت میں ایک ہی کیلنڈر کے مطابق سب چیزیں طے ہو جائیں گی' لیکن آئین میں ہم کہتے ہیں کہ

that the periods of time should reckoned according to the gregorian calendar.

اس پر بھی ہم نے آمنا و صدقنا کیا ہوا ہے۔ پھر آپ آئین کو بدلیں' اس کے جو مضمرات ہیں ان پر سوچیں'

Then in that, the periods of time should be reckoned according to the Hijri or Islamic calendar.

پھر وہ الفاظ ہونے چاہئیں۔ بہر حال یہ آپ کا مسئلہ ہے۔ ہاؤس کا مسئلہ ہے چونکہ یہی نظر آتا ہے کہ آپ اس پر اتفاق کرتے ہیں۔

Then I will put the question formally to complete the formality.

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: یہ/ ۲۳ مارچ تو اس وقت ہوا تھا جب آئین بنا تھا اس کے لئے یہ روز مقرر ہوا تھا۔ وہ آئین تو ختم ہو گیا' کئی دفعہ تبدیل ہوا۔

مولانا کوثر نیازی: ۱۴/ اگست کے متقابل ۲۷/ رمضان ہے۔ ۲۳/ مارچ کے متقابل ایسا مقدس دن نہیں ہے۔ ان اور دنوں کے ہم مخالف نہیں ہیں یہ ایک واضح بات ہے کہ ۱۴/ اگست کو ہم قبول کر رہے ہیں ۲۷/ رمضان کو چھوڑ رہے ہیں جبکہ ۲۳/ مارچ کے

متقابل کوئی ایسا مسئلہ پیدا نہیں ہوا ہے۔ بہر حال آپ کی تجویز سے ہمیں کاملاً اتفاق ہے اور انشاء اللہ آپ کی تائید کے ساتھ یہ قرارداد بھی اس ایوان میں آئے گی' کہ ہجری سال جو ہے اس کو اختیار کیا جائے۔ اور ہمیں امید ہے اس وقت آپ اس کے لئے اپنا influence استعمال کریں گے۔

جناب چیئرمین: جہاں تک تقدس کا تعلق ہے یعنی اس سے مجھے کوئی انحراف نہیں' مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں' سوال صرف یہ تھا' کہ ۲۳/ مارچ کو ہجری کیلنڈر کے مطابق بدلا جاسکتا ہے۔ صرف اتنا مجھے عرض کرنا تھا بہر حال یہ آپ کا قصہ ہے۔

The question is :

That the resolution moved by Maulana Kausar Niazi, namely :

> "That this House is of the opinion that Pakistan Independence Day may be celebrated on the 27th Ramadhan, instead of 14th of August, be adopted."

[The resolution was adopted]

Mr. Chairman : The resolution is unanimously adopted.

The next resolution is in name of Mr. Javed Jabbar and he is not there. So, I think, according to the earlier ruling it drops automatically.

This brings us to the end of the day's Agenda.

The Session is adjourned to meet tomorrow at 10.30 A.M.

[The House adjourned to meet again at half past ten of the clock in the morning, on Monday, February 10, 1986]

PCPPI—2348(87)/Senate—1-4-87—300.